جلد ۱۰۴ ستمبر ۱۹۸۵ء عدد ۱

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مؤسس

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادارۂ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور

سفینۂ نجات

از

مولانا جلیل احسن ندوی

کا نیا ایڈیشن

طبع ہو کر آگیا ہے تاجران کتب

اور قارئینِ کرام اپنی مطلوبہ تعداد

کے لیے پہلی فرصت میں اپنے

آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

سائز ۱۸×۲۳/۸ خوبصورت کور

قیمت: ۲۸/۵۰ روپے

مولانا مودودی کے سیاسی افکار

از

عبدالکریم عابد

کا نیا ایڈیشن

طبع ہو کر آگیا ہے تاجران کتب

اور قارئینِ کرام اپنی مطلوبہ تعداد

کے لیے پہلی فرصت میں اپنے

آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

سائز ۱۸×۲۳/۸ خوبصورت کور

قیمت: -/۲۴ روپے

ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ۔ لاہور

رحمٰن مارکیٹ۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار

فہرست مضامین

عدد ۱	ستمبر ۱۹۸۵ء مطابق محرم ۱۴۰۶ھ	جلد ۱۰۴

اشارات: — نعیم صدیقی — ۲

حکمتِ سید مودودیؒ:

حقیقی آزادی وجمہوریت — جناب جمیل احمد رانا صاحب — ۲۲

مقالات:

اجماعِ اُمت — جناب عبدالمالک صاحب — ۲۵

شہادتِ حسینؓ کا تاریخی پس منظر — جناب ڈاکٹر احمد سجاد رانجی صاحب — ۳۱

رسائل ومسائل:

ایک غلط کاروباری اسکیم — (ادارہ) — ۴۲

مطبوعات: — (ادارہ) — ۴۵

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

۵ - اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

زرِ سالانہ تیس روپے - فی پرچہ ۳/ روپے

سید حسین فاروق مودودی نے ایچ فاروق ایسوسی ایٹس لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اس مرتبہ ہم احوالِ عالم پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اسلام اور مسلمانوں کو کیا درپیش ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تحریکوں کے کارکنوں کو فتوحات کی خبریں فطری طور پر پسند ہوتی ہیں، مگر حقائق و واقعات کا رنگ اگر دوسرا ہو تو ناخوشگوار امور پر بھی پوری نگاہ ہونی چاہیے کہ خوش فہمیوں کی وجہ سے اطمینان کی کیفیت بالعموم عمل کی رَو اور تصادم کے جذبے کو کمزور کر دیتی ہے۔ وقتاً فوقتاً مخالفانہ قوتوں کی پیش قدمیوں اور دراز دستیوں سے آگاہ ہونے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان و عزم زیادہ سرگرمی سے معرکہ آرا ہوتے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہونا چاہیے کہ کیسی دنیا میں رہ کر کام کر رہے ہیں اور کیسی کیسی شر و فساد کی قوتیں ہمارے درپے ہیں۔

تحریکی مساعی کی تاریخ —— اور خصوصاً اسلامی جد و جہدِ انقلاب کی قرآنی داستانوں اور بعد کی تاریخی مثالوں پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ سلسلہ کسی ایک ہی ہلّے سے سر نہیں ہوا کرتا بلکہ بار بار ایسے اُتار چڑھاؤ واقع ہوتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر اندازے کچھ لگائے جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ اور نکلتا ہے۔ جمی جمائی حکومتوں، قومیتوں، تحریکوں اور تسلط پائے ہوئے نظریوں کو اُکھیڑ پھینکنا ایسا کھیل تو ہے نہیں کہ جیسے ایک جڑی بوٹی کو زور سے کھینچا اور وہ نکل آئی۔ بڑے بڑے قوت کے محاذوں کو چیلنج کرنے کے لیے ایک قلیل سی تعداد، ناکافی ذرائع و وسائل کے ساتھ دنیا کے کسی دورِ علم و شعور کے لحاظ سے ایک اجنبی نظریے کا علم لہراتی ہوئی اُٹھتی ہے۔ اس کا جادۂ جد و جہد لمبا چالکسل راستہ ہوتا ہے۔ جس میں جگہ جگہ رکاوٹیں، مزاحمتیں، مصائب اور حوصلہ شکن آزمائشیں پیش آتی ہیں اور حالات کا تیزی سے ادل بدل ہوتا ہے، ہر نیا مرحلہ نیا رویہ چاہتا ہے۔

اس وقت ایک طرف لادینی تہذیب اور نفیٔ خدا پر مبنی فلسفوں کی علمبردار قوموں کی بڑی بڑی قوتیں اسلام کو اس بنا پر خطرناک سمجھتی ہیں کہ ماضی میں وہ ان کے عزائم بد کے لیے بہت مزاحم رہا ہے۔ حال کے لحاظ سے وہ آہستہ آہستہ ایک چیلنج بن کر ابھر رہا ہے۔ ان کے ماننے والوں میں نئی حرکت اور غلط افکار و اطوار کے لیے ایک نئی مزاحمت پائی جاتی ہے۔ ہر طرف کان کھڑے ہو گئے ہیں اور ناکوں کے نتھنے خطرے کی بو سونگھنے کے لیے پھڑک رہے ہیں۔ نگاہیں دوربینیں بن کر افق کے قریب کسی نئی قوت کو پیش قدمی کرتے دیکھ رہی ہیں —— اس میں کچھ حقیقت بھی ہے، مگر زیادہ نفسیاتِ وہم و خوف۔

تیسری طرف کم سے کم ایک بات ان ممالک میں بھی شدت سے محسوس کی جانے لگی ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے، یہ انوکھی اقلیت دوسری اقلیتوں کے بخلاف اکثریتی معاشرے میں ضم ہونے اور ہر قسم کے نظریوں اور حکومت کے نظاموں سے والہانہ ہم آہنگی کے لیے تیار نہیں ہے۔ لہٰذا مسلم اقلیتوں کو بھی سخت آزمائش درپیش ہے۔ کمال یہ ہے کہ ایسے حالات میں بھی ہاتھ پاؤں مارنے سے باز نہیں آتے۔ کم سے کم یہ ایک بڑی علامتِ ایمان ہر جگہ پائی جاتی ہے۔

آپ سابق انبیا علیہم السلام کے ادوارِ دعوت و کشمکش کو چھوڑ کر اگر صرف پیغمبر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی و جہد پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ مخالفت و مزاحمت کے کئی ادوار یکے بعد دیگرے آئے ہیں۔ مکہ کا ابتدائی دورِ اذیت و تعذیب، پھر ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ حبشہ کے بعد مزید ستم شعاریاں، شعبِ ابی طالب، سفرِ طائف کا کرب، قریش کا منصوبۂ قتل، پھر ہجرتِ مدینہ۔ ہجرت کے ساتھ ہی قریش کی طرف سے جنگوں کا سلسلہ۔ مگر انہیں طوفانی گردابوں سے نکل کر اسلام کی کشتی ساحلِ مراد کو پہنچی۔ حالات کی سنگینی کا درجۂ تکمیل تک جا پہنچنا بعض اوقات کامیابی کا اشارہ ہوتا ہے۔

ع مرد باید کہ ہراساں نہ شود

برطانیہ میں مسلمانوں کو جو حالات درپیش ہیں، ان کے سلسلے میں بڑا اہم مسئلہ تعلیم کا ہے۔ سرکاری سکولوں کی نصابی کتابوں میں بغیر اس کا لحاظ کیے کہ اب خاصی تعداد میں مسلمان بچے بھی داخل ہوتے ہیں، بعض تکلیف دہ باتیں شامل ہیں جن کو پڑھاتے ہوئے مسلمان بچوں کے ذہنوں کو ماؤف کیا جاتا ہے۔

مثالیں :-

— "لیکن بیسویں صدی کی ترقیات نے کئی نئی الجھنیں کھڑی کر دی ہیں۔ کسی شخص کا حیا، شادیاں کرنا، عورتوں کا نقاب پہننا، دن میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا، ہم ہفتوں کے لیے روزے رکھنا، یہ ساری چیزیں اگلے وقتوں کی پرسہولت زندگی میں کسی شخص کے لیے مناسب ہوسکتی تھیں۔ لیکن اب شہروں کی جدید زندگی میں کیسے شامل ہوسکتی ہیں"۔ (الیف، جی، بیرڈ — ورلڈ ریلجین)

— "یہودیوں کے اسلام قبول نہ کرنے کے رد عمل سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں غیظ وغضب کی لہر اٹھی ہو مدینہ سے بہت سے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا اور کئی دوسروں کو قتل کر دیا گیا" (الیف، ہابلے — مسلمز اینڈ اسلام)۔

— "پیغمبر علیہ السلام کا پیدائشی نام نعوذ باللہ (KOTHAN) تھا۔ (اس لفظ کا صحیح تلفظ معلوم نہیں کیا ہے ۔ ایڈیٹر) اور ایک مریضانہ حالت رکھنے والے بچے کی حیثیت سے بحالیٔ صحت کے لیے انہیں قصبہ (مکہ) سے دور بھیج دیا گیا تھا"۔ مزید لکھا ہے کہ "کعبہ ایک پتھر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے ابراہیم علیہ السلام مکہ میں لاتے تھے"۔ (الیف ایچ، ایم، میٹ لینڈ ویسے ڈبلیوز ترین ریلیجیز آف دی ورلڈ)۔

— مسلمانوں کو لٹیرا قرار دیا جانا، (ڈک ورمنز — محمد اینڈ دی عرب امپائر)

یہ الگ بات ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنے ذاتی اختلاف، عناد اور تعصب کو ظاہر کرنے کا حق ہے۔ مگر یہاں مسئلہ وسیع اور جبری تعلیم کا ہے (یعنی مختلف مذاہب کے بچے شریک ہیں)۔ کسی کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو اسلام کا غلط تصور دلائے اور اسے دورِ حاضر میں ناقابل عمل قرار دے۔ آج انگریزی زبان میں انگلینڈ کا مطبوعہ بھی اور باہر سے جانے والا مستند انگریزی لٹریچر بھی بچوں کے لیے موجود ہے۔ علاوہ ازیں ایسے ادارات اور اہم اشخاص موجود ہیں جن سے نظر ثانی یا مشورت کا کام لیا جا سکتا ہے بلکہ صحیح تو یہ کہ مسلمانوں کے معتمد علیہ عالمی مصنفین سے درخواست کی جائے کہ وہ اسلام کے متعلق مضامین لکھ کر دیں۔

یہ مسئلہ ڈاکٹر غلام سرور صاحب ڈائریکٹر مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ نے اٹھایا ہے اور ٹرسٹ کئی اداروں کا نمائندہ ہے۔ اس سلسلے میں مختلف کوششیں جاری ہیں۔

برطانیہ میں مسلمانوں کے لیے دوسری مصیبت یہ درپیش ہے کہ فارم اینیمل ویلفیر کونسل نے حکومت کے سامنے یہ مطالبہ رکھا ہے کہ جانوروں کے یہودی اور اسلامی طریق ذبیحہ کو ظالمانہ ہونے کی وجہ سے ۳ سال کے اندر اندر ممنوع ٹھہرایا جائے اور ایکٹ ۱۹۷۴ء میں جو گنجائش دی گئی تھی وہ واپس لی جائے۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ یہودیوں کے لیے کوئی راستہ بن جائے گا لیکن چھری صرف مسلمانوں کے حلقوم پہ چلے گی۔ مسلمانوں کی طرف سے نہ صرف اعتراض کا نظریاتی اور سائنٹیفک جواب دیا جا رہا ہے بلکہ مختلف تنظیمیں مخالف ذبیحہ مطالبے کے خلاف آواز اُٹھا رہی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم باہر سے حلال گوشت درآمد کریں تو مہنگا پڑے گا۔ لے دے کے آخری راستہ یہ رہ جاتا ہے کہ مسلمان سبزی خور بن کر رہیں۔ غضب ہے کہ وہاں کا مرغوب سؤر کا گوشت تو مسلمان ملکوں تک ہر جگہ موجود، اور مسلمانوں کے مطلوبہ حلال گوشت کو نایاب بنانے کا منصوبہ!

ایک نئی مصیبت یہ شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں۔ پہلے ان کے در و دیوار پہ نازی جرمنی کا سواستیکا کا نشان بنا دیا جاتا ہے، پھر کسی مناسب موقع پہ آگ دکھا دی جاتی ہے۔ متعدد واقعات ایسے ہو چکے ہیں کہ زندہ افراد، عورتیں اور بچے جل گئے۔ قوم پرست پولیس نہ کوئی تحفظ فراہم کر سکتی ہے، نہ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچاتی ہے۔ آج کل کے شاندار معاشروں کی تعلیم و تہذیب میں بھی مسلک تعصب کا دخل۔

ایسے ہی ایک خانہ سوختہ بھائی نے اپنا قصہ لکھتے کے ساتھ ساتھ اس دردناک مصیبت سے پردہ اُٹھایا ہے کہ برطانوی ذرائع ابلاغ ـــ تمام اخبارات اور ریڈیو، ٹی وی، خود جناب "بی بی سی" صاحب ـــ سب کے سب مسلمانوں کی کسی مصیبت و شکایت کی رپورٹ سامنے لانے پر تیار نہیں۔ خطوط تک نہیں چھاپتے۔ دس ہزار مسلمانوں کا مظاہرہ غائب، مگر ۳ سو افراد کا ترکی کے خلاف مظاہرہ ریڈیو، ٹیلی وژن ہر جگہ موجود۔ یہاں پھر وہی تعصب ہے۔ آخر جس فلسفے اور علم اور تمدن نے ذرائع ابلاغ کے اعلیٰ دماغوں کو اس لعنت میں مبتلا کیا ہے۔ اس کو سوائے کرشمۂ طاغوت کے اور کیا کہا جائے۔ برطانیہ اور سارا مغرب مل کر بھی انسان کو انسان نہیں بنا سکا۔ بلکہ مشرق میں جو انسانی قدریں کام کر رہی ہیں۔ جدید مغرب کی طرف سے ان کو بھی ملیامیٹ کرنے کی مہم چل رہی ہے۔ اور اس مہم کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔

مسلمانوں کا تہذیبی وجود اور ان کے اندر جداگانہ تشخص کو برقرار رکھنے کا جذبہ جو عقیدتوں اور عبادتوں سے لے کر عمارتوں اور فنون تک پر چھایا ہوا ہے، اسے مٹانے کے لیے کمیونسٹوں نے وسط ایشیا کے مسلمان معاشروں میں بڑی سنگین اور اذیت رساں کوششیں برسوں جاری رکھی ہیں، مگر یہ کوششیں اس معنی میں پوری طرح کامیاب نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے اندر ایک ننھی سی ایمانی چنگاری ایسی ہمیشہ برف کی تہوں اور آہنی سلوں کے نیچے بھی برسوں موجود رہتی ہیں کہ وہ موقع پاتے ہی نور و حرارت کی شعاعیں پھیلانے لگتی ہے۔

اب بلغاریہ کی کمیونسٹ حکومت نے ایک نیا تجربہ شروع کیا ہے۔ مسلمانوں کی اجتماعی علامت مسجد ہے، سو مساجد کو ختم کیا جا رہا ہے۔ بعض کو منہدم کر دیا گیا ہے۔ بعض پر حکومت نے قبضہ کر لیا ہے۔ انفرادی طور پر ناموں کی بڑی تہذیبی اہمیت ہے جس سے مسلمان دنیا بھر میں پہچانا جاتا ہے۔ اب مسلم ناموں کو مٹانے کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ ناموں کو "بلغارایا" جا رہا ہے اور آئندہ شہریت اور دوسرے تمام حقوق کا دارومدار بلغاری ناموں پر ہوگا۔

تاریخی طور پر بلغاریہ کا جو تعلق ترکی سے رہا ہے اس کی وجہ سے بیشتر مسلم آبادی ترکی النسل ہے۔ اس ہمسایہ ریاست کے ترکی سے تجارتی اور دوسرے تعلقات رہے ہیں۔ ترکی کے وزیر خارجہ بلغاریہ کی حکومت کو اپنی روش بدلنے کے لیے کہہ چکے ہیں، مگر بے سود۔ اب انہوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ترکی بلغاریہ کے ترک مسلم مہاجرین کو اپنے ہاں قبول کرنے کو تیار ہے۔

اُدھر سے حکومت بلغاریہ نے بعض علماء اور بہت سے دانشوروں کی یہ اپیل نشر کر دی ہے کہ ہم مسلمانوں پر نام تبدیل کرنے کے سلسلے میں کوئی جبر نہیں کیا جا رہا۔ یہ اپیل بجائے خود ایک بڑے جبر کی شہادت ہے۔

بلغاریہ کی طرح یوگوسلاویہ اور البانیہ بھی مسلم دشمن کمیونسٹوں کے تسلط میں ہے۔ بلغراد کے مرکزی جیل میں صوبہ کوسوو کے اسیرانِ ضمیر کا وجود ان کی جبریت کا گواہ ہے جن کے سلسلے میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی بھی رپورٹ ہے کہ حکومت کا رویہ قیدیوں کے ساتھ بہیمانہ اور توہین آمیز ہے۔ ان قیدیوں میں ضیا شمسی بھی

تھے جن کا دل کے دورے سے انتقال ہوگیا ہے۔ ان کے احباب کا دعویٰ ہے کہ جیل کے سنگین حالات اور تشدد و اذیت رسانی کا جو معاملہ البانوی مخالفینِ حکومت سے ہے اس کی وجہ سے متذکرہ وفات واقع ہوئی ہے۔

جناب شمبسو مرحوم (عمر ۳۱ سال) کے خلاف جو سکول ٹیچر تھے اور ۱۳ سال کی لمبی سزا بھگت رہے تھے، حکومت کا الزام یہ تھا کہ ان کا رویہ سوشلسٹ حکومت کے لیے ضرر رساں تھا۔

ایک افسر کا یہ کہنا ہے کہ ۱۹۸۱ء سے جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کے باوجود کوسووو میں حالات درست نہیں ہوئے۔ ۳۵ ہزار البانیوں کے خلاف اب تک مقدمات چلائے جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود مخالفانہ مطبوعات برابر سامنے آ رہی ہیں، مختلف سلوگن اور فقرے در و دیوار پہ اس تیزی سے آتے ہیں کہ حکومت کے کارندے ایک بار انہیں مٹا نہیں پاتے کہ نیا ردّہ چسپاں ہو جاتا ہے۔ حکومتی تنصیبات کے پاس بم پھٹتا ہے مگر پبلک میں سے کوئی شخص گواہی دینے والا نہیں ملتا۔

تاریخ کا عجیب مذاق ہے کہ بلغاریہ والے کمیونسٹ ہوتے ہوئے مسلمانوں کے نام بدل رہے ہیں اور ادھر تھائی لینڈ والے کمیونسٹ دشمن ہوتے ہوئے یہی تجربہ دہرا رہے ہیں۔ حالانکہ تھائی لینڈ کے بدھسٹوں کو وہ تجربہ فراموش نہ ہونا چاہیے جس سے ان کے لامے اور بھکشو دو چار ہو چکے ہیں۔

مگر دلچسپ یہ ہے کہ بلغاریہ والوں نے جو تجربہ جبر و تشدد سے شروع کیا، اسے تھائی لینڈ والوں نے بڑے ٹھنڈے طریقے سے چلایا ہے۔ تھائیوں نے اپنا کام سکول کے بچوں سے شروع کیا ہے۔ جبر کے بجائے انعام کا راستہ اختیار کیا ہے۔ یعنی جو بچے نام بدلیں اُن کی فیسیں اڈالر سے ۴ سینٹ (امریکی) تک معاف کر دی جائیں گی۔ ساتھ ہی نام نہ بدلنے کی صورت میں جو نتائج آئندہ نکلیں گے وہ بھی بتائے جاتے ہیں۔

ساتھ ہی پرائمری تعلیمی افسر نے حکم دیا ہے کہ سکولوں میں بدھ کے بڑے بڑے مجسمے نصب کیے جائیں۔

تھائی لینڈ سے ملحق اور اس کے زیر قبضہ ایک مصیبت زدہ علاقہ پٹانی (PATTANI) کا بھی

ہے۔ یہ مسلمان آبادی کی ایک پٹی ہے جو آزاد سلطنت تھی، مگر انگریزوں نے سیامیوں سے سازباز کرکے اُسے تھائی لینڈ کے ماتحت کر دیا۔ اس علاقے نے آزادی کے لیے بڑی جدوجہد کی مگر آج تک پنجۂ جبر سے رہائی نہ ملی بلکہ زنجیریں کستی ہی چلی گئیں۔

یہ علاقہ ۹ ہزار مربع کلومیٹر کا رقبہ رکھتا ہے۔ ربڑ، ٹین، تیل، عمارتی لکڑی، مچھلی اور سونے کی برآمدی پیداوار یہیں حاصل ہوتی ہیں۔ تھائی لینڈ کی آمدنی کا ۴۳ فیصد حصہ اسی علاقے سے حاصل ہوتا ہے۔

حکومت نے اس علاقے میں دہشت گردوں کا ایک ہوّا کھڑا کر رکھا ہے اور تدارک کے لیے فوجتھ آرمی یہاں مامور ہے اور تمام دیہی علاقوں میں گشت کرتی ہے۔ فوج کو خصوصی اختیارات حاصل ہیں لہٰذا وہ دہشت گردی کے الزام یا خطرے پر جو چاہے ظلم کرتی ہے۔ بلکہ اسی آڑ میں لوٹ مار کرتی ہے۔

ایک خاص اسکیم کے تحت شمالی علاقوں سے بودھوں کو لاکر اس علاقے میں بسایا جارہا ہے تاکہ مسلم اکثریت کا زور توڑا جائے۔

اس علاقے کے صوبہ ناراتھی وٹ میں بدھ کا ایک بھاری مجسمہ ۱½ ملین ڈالر (امریکی) کے صرف سے نصب کیا گیا ہے۔

ستم ظریفی یہ کہ جنوب میں ملایا والوں نے اپنی سرحد بند کر رکھی ہے تاکہ شمال سے ستم رسیدہ مسلمان ادھر نہ جاسکیں۔

بھارت میں مسلم کُش فسادات کا سلسلہ کبھی رکا نہیں۔ وہ تو معمول کی بات ہے۔ مسلمان حکومتیں دوستانہ اور تجارتی تعلقات میں کوئی فرق آنے کے خطرے سے لب کُشائی نہیں کرتیں۔

پچھلے دنوں بڑا خوفناک واقعہ یہ ہوا کہ قرآن کو خلافِ قانون قرار دلوانے کے لیے عدالت عالیہ میں استغاثہ لے جایا گیا۔ عدالت نے بھی کوئی باقاعدہ فیصلہ دینے کے بجائے معاملہ کو گول مول چھوڑ کر استغاثہ کو اپنے ریمارکس کے ساتھ محض روک دیا۔ گویا شرارت کا دروازہ اب بھی بند نہیں ہے۔ اس استغاثہ کے سلسلے میں کم سے کم بنگلہ دیش میں بڑا بھاری مظاہرہ ہوا۔ البتہ پاکستان خاموش رہا۔

پھر ایک مسلمان سپاہی کی وہ رٹ بھی نامنظور ہو گئی جس کی رو سے مسلمان ملازم کو مذہبی لحاظ سے ڈاڑھی رکھنے کا حق ہے۔

تازہ اقدام یہ کہ مسلم پرسنل لا میں انڈین سپریم کورٹ نے مداخلت کر کے فتنے کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے، بلکہ اُکسایا گیا ہے کہ اگر حنفی فقہ کے خلاف اعتراضات اُٹھائے جائیں تو عدالت اس میں ردّوبدل کر سکتی ہے۔ واضح رہے کہ انڈیا کی کتابِ قانون میں کئی اور قانون بھی ایسے ہیں جو مسلمانوں کے پرسنل لا سے ٹکراتے ہیں۔

بھارتی دستور کی دفعہ ۴۴ یہ کہتی ہے کہ سارے ملک کے لیے یکساں سول کوڈ نافذ کیا جائے۔ مسلمان اس سلسلے میں سخت مضطرب ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک غیر سرکاری ترمیمی بل لوک سبھا میں لایا جانا چاہیے تاکہ اس دفعہ کو تبدیل کر کے مسلمانوں کو استثنائی طور پر پرسنل لا کا تحفظ دیا جائے۔ سابق وزیر قانون مسٹر آر۔ این۔ مرید ھانے کہا ہے کہ ہم مسلمانوں کے پرسنل لا سے تعرض نہیں کرنا چاہتے۔

مقبوضہ کشمیر کے پُر اضطراب احوال کی بھی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

سید علی گیلانی (عمر ۵۲ سال)، امیر جماعتِ اسلامی مقبوضہ کشمیر کے ممتاز مقرر اور مقبولِ عام شخصیت ہیں اور کئی بار جیل کی وادئ پُرخار سے گزر چکے ہیں۔ گذشتہ مارچ کو انہیں پھر گرفتار کیا گیا۔ آج کل دل کی تکلیف کی وجہ سے نیشنل میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں داخل ہیں۔ اُن کا جرم یہ کہنا ہے کہ جب تک جموں اور کشمیر کے لوگ آزادانہ رائے شماری سے فیصلہ نہ کریں، ان کا انڈیا سے موجودہ الحاق آئینی حیثیت سے قابلِ قبول نہیں ہے۔

مقبوضہ کشمیر کے بجٹ اجلاس میں ایوان کے اندر سخت ہنگامہ ہوا۔ سرکاری اور اپوزیشن کے ارکان میں لاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ وزیر خزانہ دیوی داس ٹھاکر کو بجٹ پیش نہیں کرنے دیا گیا۔ نیشنل کانفرنس کے فاروق گروپ اور پنتھرز پارٹی کی طرف سے اسمبلی کو توڑنے اور دوبارہ انتخاب کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ حزب اختلاف کے ارکان دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ چلے گالم گلوچ ہوئی اور پھر مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ نیشنل کانفرنس کے پیارے لال ہنڈو اور محمد شفیع اور پنتھر پارٹی

سے کے بھیم سین کی رُکنیت بجٹ اجلاس کی باقی ماندہ مدت کے لیے معطل کر دی گئی - اس سلسلے میں طلبا نے سرینگر میں مظاہرہ بھی کیا -

یوم آزادی کے موقع پر سری نگر میں پاکستان کی حمایت میں تیسرے روز بھی مظاہرے جاری رہے - پاکستان کے حق میں نعرے لگائے گئے اور جھنڈے بھی لہرائے گئے - مظاہرین اور بھارتی پولیس کے درمیان تصادم ہوا - پولیس تشدد سے کم از کم یک صد افراد زخمی ہوئے -

۱۴ اگست کو پاکستانی پرچم گھروں اور دکانوں پر لہرانے کے جرم میں ایک سو سے زیادہ کشمیری مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا - ان لوگوں کا تعلق جماعتِ اسلامی، اسلامی جمعیت طلبہ اور نیشنل فرنٹ سے تھا - یہ سلسلہ ہر سال اسی طرح ہوتا ہے -

فوجی اور نیم فوجی سرکاری تنظیموں نے جھنڈے اُتارنے کی مہم شروع کر دی - لیکن لوگوں نے جمع ہو کر مقابلہ کیا - زبردست لاٹھی چارج ہوا اور آنسو گیس استعمال کی گئی - درجنوں افراد زخمی ہوئے -

"پاکستان زندہ باد" "غاصبو! ہمارا کشمیر چھوڑ دو" اور "بھارت مردہ باد" کے نعرے بلند کیے جاتے رہے -

مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کا ایک منصوبہ عمل میں آ رہا ہے - اس کے تحت راجوری اور بدگام میں ۸ ہزار مسلم خواتین کو بذریعہ آپریشن بانجھ بنایا گیا -

---

آسام میں ۱۹۸۳ء میں کئی ہزار مسلمانوں کے قتلِ عام کے بعد آسامیوں کے مخالفانہ رویے کی وجہ سے اب یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کے بعد آسام آنے والے تمام غیر ملکیوں کو نکال دیا جائے گا - ۱۹۶۶ء سے پہلے جو لوگ آئے تھے ان کو نکالا نہیں جائے گا، مگر ان کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہوگا - ۱۹۷۱ء کے بعد جو بنگلہ دیشی آسام میں داخل ہوئے اُن کو بھی خارج کر دیا جائے گا - اس فیصلے کی زد میں ۳۵ ہزار افراد (بقول دیگر ۵۰ لاکھ) آئیں گے جن میں اکثریت بنگلہ دیشی

مسلمانوں کی ہے۔

سری لنکا عرصہ دراز سے نہ صرف ایک پُرامن ملک رہا ہے بلکہ اس کے تعلقات پاکستان سے دوستانہ ہیں۔ اس جزیرے میں مسلمان حملہ آور فاتحین یا حکمرانوں کی حیثیت سے داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ تبلیغی اور تجارتی روابط بنانے کے لیے آئے تھے۔

ان کے تعلقات دو بڑے نسلی گروہوں۔ سنہالیوں اور تامل آبادی اور بدھوں ــــ سے یکساں طور پر دوستانہ رہے ہیں۔ حال ہی میں جو ہنگامہ آرائی انڈیا کی سلسلہ جنبانی سے تامل آبادی نے شروع کی ہے۔ اب اس کی لپیٹ میں بے گناہ مسلمان بھی آ رہے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف "تاملیوں" نے کارروائی شروع کی ہے۔ اُن کے "ٹائیگر" گروہ نے ۲۷ افراد کو مسجد میں حالتِ نماز میں قتل کر دیا، ایک کو مسجد جاتے ہوئے شہید کیا۔ اس کے بعد جا بجا حملے شروع ہو گئے۔

دو ہفتوں میں ۵۰ مسلمان شہید ہوئے اور دس ہزار بے گھر ہو گئے۔ "ٹائیگر" مسلمان کسانوں کی فصلیں کاٹ کر لے گئے۔ سامانوں سے بھری لاریاں ہائی جیک کی گئیں، دکانوں اور کارخانوں پر دھاوا بول کر نقدی اُڑا لی گئی۔ مسلمان خواتین کے ایک روایتی زیور جو گلوبند کی طرز کا ہوتا ہے، چھینا نوچا جانے لگا۔ ایک اسکول کو لوٹا گیا۔ حتیٰ کہ حملہ ایک مندر پر بھی ہوا جو شاید سنہالیوں یا بدھوں کا ہوگا۔ مشرقی علاقے کے ایک گاؤں کی مسجد اور ایک روضے پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور مسلمانوں کو اس طرف جانے سے روک دیا گیا۔ لوگوں کو کھمبوں سے باندھ کر وحشیانہ طور پر ختم کر دیا۔ بموں کے حملے ہوئے، عورتوں کی عصمتوں پر حملے کیے گئے۔

محمد حنیفہ وزیر نقل و حمل کا کہنا ہے کہ اس تباہ کاری کے پیچھے انڈیا ہے اور انڈیا کے پیچھے مشرقی یورپ کی ریاستیں ہیں۔ وزیر موصوف کو سخت شکایت ہے کہ روس، امریکہ، برطانیہ، غیر جانب دار ممالک حتیٰ کہ ہمارے عرب دوست تک انڈیا کے خلاف لب کشائی پر تیار نہیں ہیں۔

اب ذرا کچھ کرم فرمائیاں اپنوں کی بھی ملاحظہ فرمائیے۔

انڈونیشیا جو بہت بڑی آبادی کا مسلم ملک ہونے کے لحاظ سے امیدوں کا مرکز رہا ہے آجکل نہایت بری طرح سے یورپی ثقافت و معاشرت (نیم عریانی تک) اور عیسائیت کے حملوں کی شدید زد میں ہے۔

اس خرابیٔ احوال کا راز یہ ہے کہ ایک تو سوہارتو صاحب کی بیوی (FIRST LADY OF THE STATE) عیسائی ہے اور دوسری طرف انڈونیشیا کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف جنرل مُردانی بھی عیسائی ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ کئی سینئر مسلمان جرنیلوں کا حق مار کر ان کو کمانڈر انچیف بنایا گیا۔ سوہارتو نہ تو بیوی سے بگاڑ سکتے ہیں۔ نہ مسلم افواج کے سربراہ سے معاملات خراب کر کے اپنے اقتدار اور زندگی کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ جنرل مردانی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ فوج اور سول میں زیادہ سے زیادہ نفری جاوا کی عیسائی آبادی سے لے رہا ہے ادھر مغرب اپنی ایڈ سے اور مشنری ادارے اپنی مالی، تعلیمی اور معالجاتی خدمات سے بری طرح نفوذ حاصل کر چکے ہیں۔ انڈونیشیا کے لئے عیسائیوں یا مغربی امپریلزم کے خلاف ذراسی جنبش کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت حکومت جاوہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کے ارتداد کا کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ کسی اور ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حالات اگر یہی رہے تو دس سال بعد "پنج شیلا" اور "اقانیم ثلاثہ" کا دور دورہ ہوگا۔ مسلمانوں کو اس حد تک دبا دیا گیا ہے کہ ان کے بیے کسی بھی سانحہ کے خلاف آواز اٹھانا ممکن نہیں رہا۔ عیسائی پادریوں، چرچ اور مشنری تنظیموں کو کھلی چھٹی ہے۔

ملک کے دو ہزار جزائر کے تمام ہوائی اڈے چرچ آف انڈونیشیا کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں ۷ ستمبر ۸۴ء کو سیکورٹی فورسز نے ایک مسجد منہدم کر دی۔ اکتوبر میں شدید مظاہرے ہوئے، تشدد میں سرکاری اطلاع کے مطابق ۳۵ افراد ہلاک اور ۵۳ زخمی ہوئے۔ غیر سرکاری اندازوں کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ مسلمان رہنماؤں کے خلاف سازش کے مقدمات چلائے گئے۔ احمد سنوسی (عمر ۴۳ سال) کو جو سابق وزیر ہیں مغربی جکارتہ کی عدالت نے ۱۹ سال سزائے قید دی ہے۔ ان حالات میں خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی تحریک زیر زمین چلی جائے گی

حد سے زیادہ اذیت ناک خبر یہ ہے کہ یکم جون ۸۵ء کو ایک ریاستی عدالت نے بمبانگ سسپویو (BAMBONG SISPOYO) کو اس الزام میں سزائے موت سنائی کہ وہ انڈونیشیا میں اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں[1]

؎ کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ سزا جس قانون کے تحت دی گئی ہے وہ صرف ایک دو روز پہلے منظور کیا گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں جدید انڈونیشیا کے مذہب پنچ شیلا سے ارتداد کی یہ سزا دی گئی ہے۔

سال ۸۵ء کے آغاز میں سہارتو نے خطاب میں کہا تھا کہ ہمیں انتہاپسندی اور دہشت گردی کی ہر علامت کو اٹھنے اور بڑھنے سے پہلے ہی مٹا دینا ہے۔

حکومتی پالیسی کے واحد اصول کے طور پر پنچ شیلا ۱۶ اگست ۸۲ء کو اختیار کیا گیا اور مسلمانوں کی مخالفت کی پروا نہیں کی گئی۔ انڈونیشیا کی مابعد سامراجی دور کی پالیسی یہ ہے کہ ۹۹٪ مسلمانوں کو ووٹ کے حق سے محروم کر دیا جائے۔ آپ اسلام پر تنقید کر سکتے اور اس کے خلاف قانون سازی کر سکتے ہیں مگر مقدس پنچ شیلا کے خلاف نہیں۔ یہ جدید "پنچ بنائے ریاست" پنچ بنائے اسلام سے متصادم ہیں۔

مصر میں ایک لمبا معرکہ شریعت کے داعیوں کا نپولینی ضابطۂ قانون کے محافظوں کے خلاف جاری رہا ہے۔ اول اول ۱۹۴۵ء میں مصر کے قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کی تحریک ہوئی پھر آمریت و جبریت کا سیلاب آ گیا۔ ۱۹۸۰ء میں انور السادات نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعے شریعت کو بنیادی سرچشمۂ قانون قرار دیا۔ اس ترمیم کا تقاضا تھا کہ تمام قوانین کا جائزہ لے کر مخالفِ کتاب و سنت چیزوں کو ختم اور تبدیل کر دیا جائے مگر اربابِ اقتدار اپنے فن کے بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ سادات صاحب نے دوسری طرف سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو ممنوع قرار دیا یعنی اب

[1] ترکی میں بھی اربکان اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ایسا ہی الزام تھا مگر عیسائیت کا تسلط اتنا نہ تھا کہ عدالت سزائے موت سنا دیتی۔

قانونِ شریعت کے حق میں نہ کوئی لیڈر یا عالم اٹھ سکتا تھا اور نہ عوام میں حرکت پیدا کی جا سکتی تھی۔ آخر خود سادات صاحب کے قائم کردہ ایوان ہی میں آوازۂ حق اٹھا۔ ظاہر ہے کہ اس پر "نہیں" کہنے کی جسارت تو کسی کو نہ ہو سکتی تھی۔ معاملہ ایک کمیٹی کے حوالے کر دیا گیا۔ ۱۹۸۲ء کے خاتمے تک کمیٹی نے چھ بل تیار کر دیئے جنہیں شیوخ ازہر کی تائید بھی مل گئی۔

پھر جب اگلے سال نئی اسمبلی قائم ہوئی تو اس نے کام کو آگے بڑھانے کی بجائے یہ نکتہ اٹھایا کہ متذکرہ چھ بل تو بل ہیں ہی نہیں محض مطالعاتی رپورٹیں ہیں۔ سو معاملہ ازسرِنو مذہبی امور کی ایک کمیٹی کے سپرد ہوا۔ اس کمیٹی کے کام پر بھی "نہ" کہنے کی ہمت کسی کو نہ تھی مگر "ہاں" کہنا بھی پہاڑ تھا۔ اسی زمانے کا ایک تازہ قصہ یہ ہے کہ اسلامی رجحانات کو روکنے کے لئے حکومت نے ایک مسجد پر قبضہ کر لیا ہے۔ امام کو ہٹا کر سرکاری امام مقرر کیا گیا مگر سرکاری امام کی امامت کوئی ماننا نہیں۔ آخر ایک بڑا ایجی ٹیشن اٹھا جس کے سربراہ ضعیف العمر مگر جواں ہمت شیخ سلامہ ہیں جو گرفتار ہو چکے ہیں۔ خیال رہے کہ اخوان جیسے غیر تشدّد پسند لوگوں پر ظلم ڈھانے کا آج یہ نتیجہ ہے کہ جوشیلے لوگوں سے لے کر تشدد پسندوں تک کئی نئے گروہ وجود میں آچکے ہیں۔

پرامن دعوت کو دبانے کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے۔

ایوان میں انجینیئر ابراہیم شکری (لیبر پارٹی) نے کہا کہ وقت ضائع کرنے کی بجائے جو بل مرتب ہوئے تھے ان کو ایوان میں پیش کر دیا جائے، نیز شراب کی تمام بھٹیوں اور کارخانوں کو بند کر دیا جائے۔ ٹیلی ویژن پر ایک نیا چینل صرف مذہبی پروگراموں کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور فیکلٹی برائے دعوت اسلامی کو دوسرے کالجوں کے الحاق کا مجاز کیا جائے اور پارٹی کے احمد صباحی نے کہا کہ مطالبہ نفاذ شریعت میں کوئی اشتباہ ہو تو ریفرنڈم کرا لیا جائے اور متعدد اہم تقریریں ہوئیں۔ اب ڈاکٹر جاد الحق اور مفتی عبداللطیف حمزہ کے اثر سے حکومت نے پہلی مرتبہ ایک واضح مؤقف اختیار کیا۔ ڈاکٹر محجوب رفعت سپیکر اسمبلی نے اعلان کیا کہ مسئلہ شریعت میں کوئی اختلاف نہیں بحث صرف یہ ہے کہ نفاذ کیسے ہو۔ ان کے خیال کے مطابق یہ کام "تدریجاً" اور "سائنسی" انداز سے ہونا چاہیئے۔ یہ معصوم سے الفاظ بجائے خود مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں۔ مزید یہ کام ہوا کہ اسمبلی کے مختلف حکومتی اور اختلافی ممبران نے تقریباً ۱۳ بل تیار کر لئے ہیں

جو تجارتی لین دین سے لے کر سوشل سیکورٹی تک کے مسائل کو محیط ہیں۔

اخوان کے عمر تلمسانی کا رویہ بڑا گہرا رہا۔ انہوں نے حکومت سے معرکہ آرائی کئے بغیر نہ اُن کے کسی غلط رجحان کی تائید کی اور نہ اُن کو ٹیڑھے راستوں پر جانے دیا بلکہ صرف اچھے نفاذ کے نظر کی پشت پناہی کی۔

مصر کے عیسائی شریعت کے اجراو نفاذ کے سخت خلاف ہیں اور گرجوں میں اسلامی شریعت کی کامیابی کے خلاف دعائیں مانگی جارہی ہیں۔

مصر کی وزارتِ اوقاف نے ۳۵ ہزار مساجد پر قبضہ کا فیصلہ کیا ہے، جن میں سے ۷ ہزار پر قابو پایا جاچکا ہے۔

سوڈان میں جنرل سوار الذہب کے مارشل لا کے بعد سیاسی صورت حالات توڑ پھوڑ سے گزر رہی ہے۔ نئی پارٹیاں اور نئے موقف بن رہے ہیں۔ نظام اسلامی کی صبح کاذب کا خواب پریشان تو ہوا مگر ایک بڑا اہم واقعہ وسیع الاساس "سوڈانی اسلامی قومی محاذ" کی تشکیل ہے جس کے سیکرٹری جنرل جناب حسن ترابی مقرر ہوئے ہیں۔ اس میں اخوان المسلمون صوفیاً اور مشائخ کے اہم حلقے جو سوڈان میں اثر رکھتے ہیں (انصار اور ختمیہ گروہوں کے علاوہ) سلفی گروہ، طلبہ، خواتین، ڈاکٹروں کی تنظیمیں اور مزدوروں کی ٹریڈ یونینیں شامل ہیں۔ اس محاذ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ جنوبی سوڈان کے مسلمانوں کو پہلی بار سیاسی اہمیت دی گئی ہے۔ محاذ کی تشکیل کا فیصلہ ۳ روزہ کانفرنس (۹ تا ۱۱ مئی) کے موقع پر کیا گیا۔ خرطوم کے مقام پر ۲۲ سو مندوبین شریک ہوئے۔ محاذ کا مقصد اسلام اور شریعت کو سوڈانی مسلمانوں کی زندگیوں پر جاری کرنا ہے۔ محاذ کی تشکیل سے لادین اور اشتراکی حلقوں میں تشویش پھیل گئی ہے۔ کانفرنس کے بعد مطالبۂ نفاذِ اسلام کے لئے جلوس نکالا گیا جس میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ حکومت نے اس جلوس کی خطرناکی کے پیش نظر آئندہ کے لئے جلوس نکالنا ممنوع قرار دے دیا۔

ام درمان یونیورسٹی میں علماء کی ایک کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ ستمبر ۸۳ء میں جو اسلامی قوانین نافذ کئے گئے تھے وہ برقرار رہنے چاہئیں اور علماء اسلام سے روگردانی کو برداشت نہیں کریں گے۔ شیخ عوا داللہ مفتی سوڈان نے ایسی شرانگیز آوازوں پر سخت گرفت کی ہے جس کا مقصد شریعت کو نامعقول قرار دینا اور اس کے حقائق پر مبنی ہونے کی نفی کرنا ہے (واضح رہے کہ ایسی کالی

بھیڑیں اور بھیڑیئے یہاں بھی موجود ہیں عوام کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ خدا کی شریعت کے خلاف حملوں کا توڑ کریں۔

دوسری طرف سوڈان کے کیتھولک بشپوں کی کانفرنس نے عبوری فوجی کونسل سے کہا ہے کہ کونسل قوانینِ شریعت کو تبدیل کر دے (یہ پوری لادینی اور عیسائی دنیا کی خواہش ہے) کیونکہ شریعت ان کو آزادیٔ ضمیر سے محروم کر دیتی ہے اور غیر مسلموں کے حقوق کو پامال کرتی ہے، (یا وہ گوئی کی بھی حد ہے) مطالبہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ عیسائیوں کی بہبود کا ایک الگ محکمہ کیا جائے تاکہ عیسائی سرگرمیوں میں سہولتیں پیدا ہوں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ آج مسلمانوں کے سوڈان میں اہم ترین شخصیت کونسی ہے؟

وہ شخص جان گیرنج (J-GARANG) ہے۔ چھ "م" اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔
۱۔ مبارک حسنی۔ ۲۔ موئے (MOI) ۳۔ مینگسٹو (MANGISTU) ۴۔ میچل (MACHEL)
۵۔ موبوٹو۔ ۶۔ موگابے۔ علاوہ ازیں دس افریقی حکومتیں اس کی پشت پر ہیں۔

یہ شخص سوڈان کا باغی عیسائی لیڈر ہے مگر قحط اور اقتصادی زبوں حالی کی زد میں آکر جب نمیری نے تحریک نفاذِ اسلام کا ٹاٹ لپیٹا تو مغرب سے انعام کے طور پر امداد کا سیلاب آنا شروع ہوا۔ عیسائی مشنریوں اور تنظیموں کا ایک جال پھیل گیا ہے اور اس سلسلے میں مرکزی اہمیت مقامی عیسائی لیڈر کو مل گئی ہے۔ غذائی سامان کے ساتھ بائیبل کے نسخے تقسیم ہو رہے ہیں اور سوڈان کے انقلابی اقتدار نے دس سال کے لئے مغرب کی پشت پناہی سے کام کرنے والی عیسائی تنظیموں کو جابجا ادارے کھولنے، ہسپتال قائم کرنے، مدرسے تعمیر کرنے اور عوام میں نفوذ کرنے کے پورے اختیارات (بلا مداخلت حکومت) دے دیئے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ آج باغی عیسائی لیڈر کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

سوار الذہب کے سوڈان کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اریٹریا سے آنے والے مصیبت زدہ مسلمان مہاجرین کو ایتھی اوپیا واپس بھیجنے کا اعلان اس اصولی بنیاد پر کیا ہے کہ ہم ایتھی اوپیا میں تقسیم اور علاقائی علیحدگی پسندی کے حق میں نہیں ہیں۔ اس کی وحدت اور

سالمیت ہمیں عزیز ہے۔

نائیجیریا میں میتھاڈسٹ چرچ کے بشپ نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اسے شرعی عدالتوں کے قیام کے مطالبے پر کان نہیں دھرنے چاہئیں۔ یہ پہلا عیسائی چرچ ہے جس نے شریعت کے خلاف (سوڈان کے علاوہ) کھلم کھلا آواز اٹھائی ہے (ورنہ یہ کام تو مسلمان خود ہر جگہ بخوبی انجام دے رہے ہیں) بشپ کہتا ہے کہ شریعت کا اجراء عدم رواداری کی تبلیغ کے ہم معنی ہے اور شریعت کی مخالفت کرنا گویا رواداری کی علمبرداری ہے۔

اب دوسرا رخ:

الجیریا کی سیکورٹی کورٹ سے ۷۰ ایسے افراد کو ۲۲ سال تک قید کی سزائیں سنائی گئی ہیں جن کے متعلق الزام ہے کہ وہ الجیریا کی خفیہ اسلامی تحریک کے ارکان یا ہمدرد ہیں۔ ان کے لیڈر مصطفیٰ بوعلی کے لئے ان کی عدم موجودگی میں سزائے موت کا فیصلہ ہوا ہے۔

ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام میں ۳۱ داعیانِ اسلام کو ۳ تا ۱۲ سال کی سزائے قید دی گئی ہے۔

سزا یافتگان میں ۴ نوجوان ائمہ مساجد ہیں جن کو ۳ تا ۵ سال کی سزا ہوئی ہے۔ ۵ غیر حاضر افراد کے لیے موت کی سزا کا فیصلہ ہوا ہے۔

۱۹۸۲ء میں کمیونسٹ اور مسلم طلبہ کے ایک تصادم کے نتیجے میں جو مسلمان طلبہ گرفتار ہوئے تھے، ان کی رہائی کے لیے مظاہرے کرنے کے الزام میں درجنوں علماء اور مسلم دانشوروں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ان میں جن کو اب رہا کیا گیا ہے ان پر بھی سخت نگرانی قائم ہے۔

نائیجیریا کے بشپ صاحب کو اطمینان ہونا چاہیے کہ ہمارے مسلمان حکمران اسلام کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دے سکتے، لہٰذا ان کو مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔

لبنان میں شیعہ "عمل" گروپ نے جو قہر فلسطینی مسلمانوں پر ڈھایا۔ اس کی تفصیلات عام بھی ہو چکی

ہیں اور ایرانی بھی۔ کیا ستم ہے کہ مار دھاڑ نہایت بہیمیت سے کی گئی، عورتوں اور بچوں کو درندوں کی طرح مارا گیا۔ عجیب حادثہ ہے کہ اسرائیل بھی فلسطینیوں کا دشمن ہے، لبنان کے فلانجی عیسائی بھی اور شیعہ عمل گروپ بھی۔ خدا نہ کرے مگر شاید فلسطینیوں کی اس بات پر گرفت ہوئی ہے کہ انہوں نے اسلامی نظریہ و کردار کا راستہ اختیار نہ کر کے مسلمانانِ عالم سے اپیل کرنے کے بجائے محض ایک مظلوم عرب قوم کے تصور سے پالیسیاں بنائیں۔ لیکن اس سے شیعہ عمل گروپ کی حرکتِ شنیع میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اب شام کی سنیے:

۵۰ سیاسی قیدی جن میں ۱۵ فوجی افسر تھے، گذشتہ ۱۰ / جون کو شیخ مسکین نامی جیل خانے میں ہلاک کر دیئے گئے۔ سرکاری اعلان کے مطابق وہ جیل سے فرار ہونے کے لیے جمع ہوتے تھے۔ حالانکہ حقیقتہً ان کو جیل والوں نے خود ایک میدان میں جمع کیا، پھر ان کو نشانہ تعذیب بنایا اور آخر میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بریگیڈیئر جنرل نصیف جو "دمشق کے قسائی" کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ موقع پر اس خونی ڈرامے کے خود ڈائریکٹر تھے۔

ٹیونس میں اسلامی تحریک کے لیے ۴ سالہ دَورِ تشدد ابھی پورا ہوا ہے۔ اب تحریک پھر ابھر آئی ہے۔ جس کا مقصد ملک کے سیاسی و اجتماعی مسائل کو اسلام کے مطابق حل کرنا ہے۔ ۶ / جون ۱۹۸۱ء کو تحریک شروع ہوئی۔ اور اب ۶ / جون ۱۹۸۵ء کو پھر نمودار ہوئی ہے۔

راشد الغنوشی (رہا شدہ نوجوان لیڈر) کا کہنا ہے کہ اگر داخلی افتراق و تصادم اور بیرونی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے بچنا ہے تو سوائے اسلام کے کوئی راہ فلاح نہیں۔ تحریک اسلامی کھلی اور جمہوری کشمکش چاہتی ہے، مگر غنوشی کی پارٹی کو اول روز سے الاتجاہ الاسلامی کے نام سے رجسٹرڈ نہیں کیا جا رہا۔ درآنحالیکہ ماسکو کی کمیونسٹ پارٹی کو کام کی اجازت حاصل ہے۔ گورنمنٹ چاہتی ہے کہ ایک تو لفظ "اسلام" کو نام سے نکال دیا جائے، دوسرے مسجدوں میں کام نہ کیا جائے۔ محض غیر سیاسی کلچرل تنظیم کی حیثیت سے جماعت رجسٹرڈ کی جا سکتی ہے۔ ساری رکاوٹوں کے باوجود پارٹی عملاً (DE - FACTO) موجود ہے۔

ہم خیال طلبہ نے ایک کانفرنس گذشتہ اپریل میں طلب کی۔ اس میں ۱۵ ہزار طلبہ شریک ہوئے۔

ٹیونس کی جنرل یونین آف ورکرز اسلامی پارٹی کے ساتھ ہے۔ بس بائیں بازو کی جماعتوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔

ہم پہلے ایک شمارے میں جناب "غنوشی" کے انٹرویو کا ترجمہ دے کر واضح کر چکے ہیں کہ ٹیونس میں مغرب کی غیر حیادارانہ ثقافت اور دیگر لغویات کا کتنا بڑا طوفان اُمڈ چکا ہے اور کس طرح شراب قومی معیشت کی رگوں کا خون بن چکی ہے۔

ایک اچھی خبر بھی!

برما میں قرآن کریم کے برمی ترجمے کی نو جلدیں تیار ہو چکی ہیں۔ ۳ جلدیں جن دس دس پارے ہیں چھپ گئی ہیں۔ یہ کام چھ اسلامی تنظیموں کی کمیٹی کی نگرانی میں ہو رہا ہے اور اس میں حکومت برما سالانہ تقریباً ۱۱۷۶۰ ڈالر کی امداد دے رہی ہے۔ کمیٹی کے سربراہ علامہ غازی ہاشم ہیں۔ اب تک براہ راست نگرانی پالی زبان کے مشہور ماہر مسٹر احمد قاسم مرحوم نے کی۔

دیگر مطبوعات میں عرب "حکایات واقوال"، "مولا علی"، "کربلا" اور "الف لیلہ" شامل ہیں۔

مختلف مسلمان گروہوں اور تنظیموں کے لوگ گرمیوں کی چھٹیوں میں اسلام کے متعلق خصوصی مذہبی کورس پڑھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ ان میں معروف برمی مسلم خواتین کی لیگ، جمعیت العلما اور شیعی گروہ شامل ہیں۔ ان کورسوں میں اسلامی تاریخ کے ساتھ برما کی تاریخ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔ مسلمان طلبہ رنگون کی آرٹ اور سائنس یونیورسٹی اور میڈیکل کالج میں اجتماعات کرتے ہیں اور تربیتی پروگرام عمل میں لاتے ہیں۔

پراودا ۲۱ جون کی اشاعت کے مطابق کمیونسٹوں کی توقعات اب عرب ایرانی خطوں پر خاص طور پر مرکوز ہوتی جا رہی ہیں۔ عرب ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں اور ان کے ورکروں کے نمائندوں

کی کانفرنس میں جو یونانی قبرص میں منعقد ہوئی تھی ، یہ بتایا گیا ہے کہ جمہوری اور مخالف سرمایہ داری پروگرام کو کمیونسٹ اب خلیج عرب / فارس ـــ اور جزیرۃ العرب میں چلا رہے ہیں ۔ اب اس علاقے کو سرزمین "امید" سمجھا جا رہا ہے ۔ اس سلسلے میں مرکزی کمیٹیوں کے نمائندگان کا اجلاس جنوری ۸۵ء میں ہوا تھا ۔

اِدھر جنوبی یمن میں مارکسی تحریک ، شہنشاہیت اور مخالفِ انقلاب قوتوں کے زیرِ اثر داخلی وحدت اور تنظیمی ہیئت اور سازشوں کے بحران سے دوچار ہے ۔

کمیونسٹوں کا دوسرا مرکزِ امید شمالی افریقہ ہے ـــ خصوصاً مراکش جہاں آزادی اور حقوقِ مزدوراں کی تحریک زور پکڑ رہی ہے ۔

باتیں اور مسائل اتنے جمع ہو گئے ہیں کہ میں انہیں سمیٹنے پر قادر نہیں ہوں ۔ ترجمان کے محدود صفحات لمبی تحریر کے متحمل نہیں ، مگر بارہا مجھے زیادتی کرنی پڑتی ہے ۔

اب صرف ایک بات اور!

امریکہ اور سارے یورپ میں آج ایک عجیب طوفان برپا ہے ۔ مہینے بھر سے جرائد ایک ہی قضیے سے بھرے چلے آ رہے ہیں ۔

یہ ہے "ایے ، آئی ، ڈی ، ایس" (A I D S) کا قصہ ۔ خون میں ایک خاص وائرس پیدا ہو جاتا ہے جو خون کے سفید ذرات پر حملہ کر کے .... جسم کے دفاعی نظام کو تباہ کر دیتا ہے ۔ اکا دکا دوائیں تو نمودار ہو رہی ہیں ، مگر بس وہ " سائنٹفک اور میڈیکل " دنیا کے ٹوٹکے ہیں جو یقینی نہیں ہیں ۔

داستانِ عبرت یہ ہے کہ پہلے انفرادی سطح پر مغرب والوں نے " سدومیت " (عملِ قومِ لوطؑ) کو لبیک کہا ۔ پھر یہ وبا عوامی ہو گئی ۔ لہٰذا عوام کی حاکمیت کے دباؤ سے یہ جرمِ شنیع حلال کر دیا

گیا۔ پھر "سدومیوں" میں باقاعدہ مناکحتیں برسرعام ہونے لگیں۔ لوگ سمجھے کہ مفت کا عیش ہے۔ آخر انکشاف ہوا کہ یہ تو خطرناک روگ کا باعث ہے۔ اس وقت امریکہ میں (AIDS) کے مریضوں کی تعداد ۳۰ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ چونکہ مرض چھوت والا ہے، اس لیے خطرہ ہے کہ چند برس میں تعداد نصف ملین تک پہنچ جائے گی۔

اس مرض کا خوف سرطان سے بھی زیادہ زوردار ہے۔ مدارس میں اس کے مریض طلبہ کا داخلہ بند کیا جارہا ہے اور ہسپتالوں نے اس کے شکار افراد کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک عورت مرگئی تو اس کا شوہر اپنے حقیقی بچے کو اپنانے سے اس بنا پر تیار نہ ہوا کہ شاید بچے میں "ایڈز" کے جراثیم موجود ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے قوم لوطؑ کو اس خطرناک بلا سے باز رکھنا چاہا تھا۔ مگر نہ اس وقت کے غیر سائنسی لوگ ماننے پر تیار ہوئے اور نہ آج کے سائنس پرست! ـــ اب نتائج بد دیکھ لو۔

تم لوگ ایک دن لحم خنزیر کے بھی ایسے تباہ کن اثرات سے آگاہ ہوگے کہ بچاؤ کا وقت گذر چکا ہوگا۔

برادرانِ ملت! سوچیے کہ یہ ترقی یافتہ اور مہذب قومیں کس طرح تباہی کی طرف جارہی ہیں۔ خدا کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی مقدس روشنی عطا کی۔

آئیے آخر میں خدا سے دعا کریں کہ وہ پاکستان والوں کو بھی، اسلامی ممالک کو بھی اور دنیائے انسانیت کے ہر حصے کو بھی ہدایت سے نوازے اور یقیناً ایسا ہو کر رہے گا۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

حکمتِ سیّد مودودیؒ

حقیقی آزادی و جمہوریت

اقتباس کردہ:- جناب جمیل احمد رانا صاحب

کوئی قوم بھی جب آزاد ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ پہلے دن سے اپنے معاملات کو چلانے کے کام میں ماہر ہو جائے۔ وہ قوم اپنے اختیارات کو انتخابات کے ذریعے استعمال (EXERCISE) کرتی ہے۔ انتخابات میں وہ دھوکا کھا سکتی ہے، غلط قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اپنے معاملات دے سکتی ہے چار یا پانچ سال تک غلط قسم کے لوگ معاملات کو چلاتے رہتے ہیں۔ قوم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتی رہتی ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے چُنا تھا وہ ہمارے ساتھ کیا زیادتیاں کر رہے ہیں۔ دوسرے انتخابات کی نوبت آتی ہے تو قوم انہیں اُٹھا کر پھینک دیتی ہے اور دوسرے لوگوں کو آگے لے آتی ہے۔ وہ بھی قوم کی اُمنگوں کا ساتھ نہیں دیتے تو قوم تیسرے انتخابات میں جا کر زیادہ بہتر لوگوں کو آزماتی ہے۔ اِس طرح اُسے جانچنے اور پرکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ قوم کو آزادی حاصل رہے۔ اس کے بنیادی حقوق محفوظ رہیں۔ حالات لوگوں کے سامنے آتے رہیں۔ اخبارات آزاد ہوں۔ پبلک پلیٹ فارم آزاد ہوں۔ اور لوگ اپنے ملک کے حالات سے باخبر ہوتے رہیں۔ اِس طرح آہستہ آہستہ وہ اس بات کو سیکھتے جاتے ہیں کہ کن لوگوں پر وہ اعتماد کریں اور کیسے لوگوں کے ہاتھ میں اپنے معاملات دیں ـــــ یہ ہے ایک قوم کی زندگی میں جمہوریت کی کامیابی کا راستہ۔ ایسا نہیں ہوتا کہ آزاد ہوتے ہی پہلے دن وہ جمہوریت کو بڑی کامیابی کے ساتھ چلانے لگے۔ جس طرح قومی خوشحالی کے لیے دو یا تین پنجسالہ منصوبوں کی تکمیل شرط ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر جمہوریت کی کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ایک قوم کو دو یا تین آزادانہ انتخابات کے مراحل سے گزرنا پڑے تو اس میں

کیا ہرج ہے۔ اور اگر فرض کیجیے کہ اس دوران میں ملک کے حالات بھی خراب ہو جائیں تو ملک کے کسی ملازم کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ یکایک ملک پر قابض ہو جائے۔

استحکام اس کا نام ہے کہ قوم ہی خود اپنا نظام چلانے کی طاقت موجود ہو۔ قوم کا اپنا ارادہ بالاتر ہو۔ وہ خود اپنا فیصلہ کرنے والی ہو کہ کس کے ہاتھ میں وہ اختیارات دے اور کس کے ہاتھ میں نہ دے۔ انتخابات سے ایک دن پہلے تک جو شخص کوئی طاقت اور کسی قسم کے اختیارات نہ رکھتا ہو، وہ صرف اس بنا پر اقتدار کا مالک ہو جائے کہ قوم نے اسے اپنا حکمران منتخب کیا ہے۔ جو شخص بھی اس طرح منتخب ہو، سول اور ملٹری کی طاقتیں آپ سے آپ اس کے تابعِ امر ہو جائیں اور کوئی چون و چرا نہ کر سکے۔ یہ ہوتا ہے اصل مستحکم نظام۔ اسی طریقے سے کسی ملک کا نظامِ حکومت باقاعدگی کے ساتھ صدیوں چل سکتا ہے۔ اس طریقے پر نہیں چل سکتا کہ شخصِ واحد پر ملک کے استحکام کا انحصار ہو اور اس کے ہٹتے ہی ملک طالع آزماؤں کا بازیچہ بن جائے۔ اس لیے یہ دعویٰ کرنا کہ موجودہ اقتدار کے تحت ملک کو استحکام میسر آگیا ہے، قطعی غلط ہے۔ درحقیقت جو چیز میسر آئی ہے وہ یہ ہے کہ ملک ہر طویل یا مختصر مدت کے بعد ایک نئے انقلاب کے خطرے میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔

○

جس ملک کا انحصار ایک فرد پر منحصر ہو کر رہ جائے۔ اس کی اس سے بڑھ کر اور کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے۔ افراد کتنے ہی قابل، لائق اور ناگزیر کیوں نہ ہوں۔ ان کی عمریں بہرحال محدود ہوتی ہیں۔ وہ بیماری، موت یا اچانک حادثے کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے وقت میں ملک کا انتشار میں مبتلا ہو جانا کوئی بعید امر نہیں رہ جاتا۔ پھر ہر جگہ یہ پریشان کن سوال اُٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اب کیا ہوگا، لیکن جمہوری اداروں میں اس خدشے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ ایک شخص کے چلے جانے کے بعد اس خلا کو پورا کرنے کے لیے دوسرا شخص آن موجود ہوتا ہے۔ اور ادارے ایک تسلسل کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ دستور میں خلا کو پُر کرنے کا جو بھی ضابطہ مقرر ہوتا ہے، بڑے پُرامن طریقے سے اس کو پُر کر لیا جاتا ہے۔ نہ کوئی دھڑکا ہوتا ہے اور نہ کوئی تشویش۔ لیکن جس دستور میں اختیارات عوام کے ہاتھ میں نہ ہوں بلکہ فردِ واحد کے ہاتھ میں ہوں اور فیصلہ کن چیز طاقت ہو۔ وہاں دستوری ضابطوں کا قطعاً کوئی احترام نہیں ہوتا۔ وہاں پُرامن منتقلی اقتدار کی کوئی مؤثر ضمانت نہیں ہو سکتی۔ جس کے ہاتھ میں طاقت ہوگی وہی جانشینِ اقتدار بن جائے گا۔

استحکام ایسی صورتِ حال کا قطعاً نام نہیں۔ استحکام اس کا نام ہے کہ خود قوم میں اپنے ملک کو چلانے کی اہلیت ہو۔

اب آپ کے سامنے نازک مسئلہ یہ ہے کہ آپ اس چھینی ہوئی آزادی کو حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں، لیکن پُرامن طریقے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کا جغرافیائی مقام اور اس کے اردگرد بسنے والے ممالک کی استعماری ذہنیت اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ آپ اپنے ملک میں کوئی ایسا ہنگامہ برپا نہ ہونے دیں جو اس کی سالمیت کو خطرے میں ڈال دے۔ آپ اپنے اُوپر کی گئی زیادتیوں کا مداوا بھی کریں لیکن ایسے طریقے سے نہ کریں کہ اس جدوجہد میں اپنوں کی غلامی سے نکل کر دوسروں کی غلامی میں مبتلا ہو جائیں۔ آمریت سے لڑیں لیکن پُرامن اور آئینی طریقے سے لڑیں۔

اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ تحریک ایسے طریقوں سے چلائی جائے جو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر ہو۔ قوم کے سوچنے سمجھنے والے طبقے کبھی کسی ایسی تحریک سے مطمئن نہیں ہو سکتے جس میں سفلہ پن اور اخلاقی گراوٹ پائی جائے۔ اگر تحریک میں بازاری پن اور اخلاقی گراوٹ ہوگی تو عوام کا نچلا طبقہ اگرچہ اس کے ساتھ جڑ جائے گا، لیکن باشعور اور تعلیم یافتہ طبقہ کبھی اس کا ساتھ نہیں دے گا۔ اگر آپ اس ملک سے آمریت کو ہٹانا چاہتے ہیں تو اخلاقی لحاظ سے اپنے آپ کو بلند معیار پر رکھیے تاکہ ایک غیر اخلاقی نظام اخلاق کی زبردست طاقت سے خود بخود شکست کھا جائے۔ (ماخوذ)

اجماعِ اُمّت

شیخ الحدیث جناب عبدالمالک صاحب - منصورہ - لاہور

(۲)

امتیازی نام اجماع کی حجیت تو اس قدر واضح ہے کہ اہلِ حق کا نام ہی اہل سنت والجماعت پڑ گیا — ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اہل حق کا امتیازی نام "اہل سنت والجماعت" اسی لیے پڑا ہے کہ وہ سنتِ رسولؐ اور اجماعِ اُمت کی حجیت کے قائل ہیں۔

"امتاز اهل الحق من هذه الامة بالسنة والجماعة عن اهل الباطل الذين يزعمون انهم يتبعون الكتاب ويعرضون عن سنة رسول الله وعما مضت عليه جماعة المسلمين۔

(تفسیر قاسمی ج ۱ - ص ۲۸۷

جدید دور کے محقق عبدالوہاب خلاف فرماتے ہیں:

"اذا تحققت اركان الاجماع ...... كان هذا الحكم المتفق عليه قانوناً شرعياً واجباً اتباعه ولا يجوز مخالفته" (علم اصول الفقه ص ۴۶)

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو لکھا:

"اقض بما في كتاب الله فان لم تجد فبما في سنة رسول الله فان لم تجد فبما به قضى الصالحون قبلك وفي رواية فبما اجمع عليه الناس" (فتاوی ج ۱۹ ص ۲۰۱)

(کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو اس میں نہ پاؤ تو سنتِ رسول اللہ سے، اس میں نہ پاؤ تو اپنے سے پہلے صالحین کے فیصلوں کے مطابق اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کے اجماع کے مطابق)۔

"وهو حجة قاطعة عند الاكثر خلافا للنظام فى آخرين"

(نظام اور کچھ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر اکثر کے نزدیک حجت قطعی ہے)

مشہور مصری محقق عفیف عبدالفتاح طبارہ فرماتے ہیں:

"فمتى اتفق هٰؤلاء على امر وجب على الامة الطاعة وعلى الحاكم التنفيذ فان ابى اسقطوه" (المختصر فى اصول الفقه من على مذهب الامام احمد بن حنبل۔ جب اہل حل وعقد (یعنی اولی الامر) ایک بات پر متفق ہو جائیں تو اُمت پر طاعت اور حکمران پر اس کی تنفیذ لازم ہے۔ وہ ایسا کرنے سے انکار کردے تو اُسے اقتدار سے الگ کر دیں" (روح الدین الاسلامی صـ ۲۳۸)

علامہ جمال الدین افغانی فرماتے ہیں:

واخبر الصادق صلى الله عليه وسلم ان "يد الله مع الجماعة" وكفى بالقدرة الالهية اذا صح الاجتماع وصدقت الالفة. وقد بلغت مكانة الاتفاق فى الشريعة اسمى درجة فى الرعاية الدينية حتى جعل اجماع الامة و اتفاقها على امر من الامور كاشفاً عن حكم الله وما فى علمه واوجب الشارع الاخذ به على عموم المسلمين وعد جحوده مروقاً من الدين وانسلاخاً عن الايمان"۔

صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ "جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے"۔ جب صحیح معنی میں اجتماعیت قائم ہو جائے اور الفت پیدا ہو جائے تو اللہ کی قدرت کافی ہو جاتی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اتفاق کی رعایت نہایت اونچے درجے پر رکھی گئی ہے حتیٰ کہ اجماعِ امت کو اللہ کے حکم اور علم کے "کاشف" کے مقام پر رکھا گیا ہے۔ شریعت نے اسے قبول کرنے کا تمام مسلمانوں کو پابند کیا ہے۔ اس کے انکار کو دین سے خروج اور ایمان کو چھوڑ دینا قرار

قرار دیا ہے"۔ (العروۃ الوثقیٰ ص ۱۱۷)

ڈاکٹر عبدالحمید سلیمان فرماتے ہیں:

و نتائج نظام الشوریٰ فی نظام الدولۃ الاسلامیہ ھو الفکر والقناعۃ والفھم الجماعی ..... فیجعل المسلمین یداً واحدۃ وجسداً صحیحاً ونسیجاً قویاً متماسکاً (قضایا الفکر الاسلامی المعاصر ص ۱۷/۲۷)

مولانا اسحاق سندیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اجماع کے معنی ہیں ایک زمانے کے کل مجتہدین اہل سنت والجماعت کا کسی مسئلہ پر متفق الرائے ہوجانا۔ ایسی صورت میں وہ مسئلہ یقینی الثبوت ہوجاتا ہے اور اس کو صحیح سمجھنا واجب ہوجاتا ہے۔ اجماع احکام شرعیہ کے لیے مثبت ہے نہ کہ قیاس کی طرح محض مظہر، لیکن اس کے مثبت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے کسی حکم سے ماخوذ ہوتا ہو۔ اب اجماع اس میں قطعیت پیدا کر دیتا ہے یا اس کی قطعیت کی تاکید و تائید کر دیتا ہے۔ اول الذکر حکم اسی صورت میں ثابت ہوتا ہے جب کہ کتاب یا سنت سے جو حکم ثابت ہوا ہے وہ ظنی ہو۔ ایسی حالت میں اجماع اُسے قطعی و یقینی کے درجے میں پہنچا دے گا۔ مؤخر الذکر حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ مجمع علیہ حکم پہلے سے قطعی ہو۔ اجماع کا فائدہ اس صورت میں بھی ہوتا ہے کہ وہ اس کی قطعیت کی تاکید کر دیتا ہے"۔ (اسلام کا سیاسی نظام ص ۴۸-۴۹)

مزید لکھتے ہیں:

"اجماع کو حجت قرار دینا اجتماعیت و نظم کے بقا و استحکام کے لیے نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہے۔ کسی مجمع علیہ مسئلہ میں بھی اگر زمانہ کے بعد اختلاف کی گنجائش رہے تو اس سے جماعت میں انتشار و تشتت اور فرقہ بندی و تحزب کا مرض پھیلنے کا شدید اندیشہ ہے جو قطعی طور پر نظام عمران اور تمدن کے لیے مہلک ہے۔ اجماع کی حجیت بھی سلف صالحین سے ثابت ہے اور اسی بارے میں ان میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے۔ اکثر کا مسلک تو وہی ہے جو ہم نے شروع مبحث میں ذکر کیا ہے، یعنی ایک زمانے کے کل مجتہدین کا اجماع"۔ (اسلام کا سیاسی نظام ص ۵۱-۵۲)

مولانا حامد انصاری اپنی کتاب "اسلام کا نظامِ حکومت" میں فرماتے ہیں:

"اسلامی حکومت کے اصحابِ علم و تدبر کی رائے عامہ کا کسی قانونی معاملہ میں متحد ہو جانا اجماع ہے اس کی نمایاں علامت یہ ہے کہ اس اتحاد کے بعد اسلامی معاشرہ کی پوری رائے عامہ اس فیصلہ پر جمع ہو جاتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اُمت کے صالح مدبرین اور رازمند عوام کسی فیصلہ پر جمع ہو جاتے ہیں تو وہ قانون کا درجہ حاصل کر لیتا ہے"۔

علامہ ابوالبقاء حنفی لکھتے ہیں:

"اُمتِ محمدیہ کے اربابِ اجتہاد (درجہ اول کے مفکرین و مدبرین) کا قانونی حکم پر جمع ہو جانا اجماع ہے اور اس کو قانونی طور پر حجت سمجھا جاتا ہے۔ قانونی قیاس اور قانونی تقلید بھی اسی سلسلہ کے ماتحت ہیں۔ قانونِ اجماع کے جو نظائر تواتر اور تسلسل کے ساتھ باقی ہیں ..... ان کو قطعی قانون کا درجہ حاصل ہے۔ قانونِ اجماع کی خلاف ورزی ناجائز ہے"۔

اُمت کی اکثریت بھی اجماع کا فائدہ دیتی ہے اکثریت کا فیصلہ سوادِ اعظم کا فیصلہ ہے اس لیے اس کو قانون میں مناسب اہمیت حاصل ہے۔ (فاروق اعظم نے سات اصحاب کی شوریٰ کونسل میں حضرت ابن عمر کو اکثریت کے فیصلے کو قبول کرنے کی ہدایت کی تھی)۔

ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

"خداوندِ عالم نے اُمتِ اسلامیہ کو اُمتِ وسطیٰ (بہترین اُمت) کا خطاب دیا ہے اور اس کو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے حجت قرار دیا ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ اس اُمت کا اجماع اصولاً صحیح اور قابلِ قبول ہے چونکہ اس اُمت کے افراد بہترین کردار کے مالک ہیں اس لیے ان کا اجماع کسی غلط عقیدہ اور غلط مقصد پر نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی خداداد ذمہ داری پر جو فیصلہ کریں گے اس میں عدل اور عام بہتری کا ضروری لحاظ ہوگا"۔

عہدِ نبوت سے لے کر قیامت تک صالح مسلمانوں کی رائے عامہ کا اجماع قابلِ تقلید ہے۔ اجماع کا ہر فیصلہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے واجب التعمیل ہے البتہ اجماع کے لیے شرط یہ ہے کہ صحیح طرز پر بروئے کار آئے۔ مسلمان جس فیصلہ پر جمع ہوں وہ قانونِ الٰہی کے خلاف

نہ ہو۔ جمع ہونے والے اپنے زمانہ کے بہترین انسان ہوں اور ان کو یقین ہو کہ وہ انسانی بہتری کے لیے بے غرضی کے ساتھ اپنا فیصلہ دے رہے ہیں۔ فاسق اور بدکار اشخاص مسلمانوں کی شکل میں مجتمع ہو کر اگر کسی رائے پر جمع ہو جائیں اور وہ رائے اُصولِ دین کے خلاف ہو تو اُس کو قانونِ اجماع کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ (احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۰۲-۱۰۳)۔ (اسلام کا نظامِ حکومت مولانا حامد انصاری۔ ص ۱۸۵-۱۸۶)

اقسام

۱۔ محل اجماع کے لحاظ سے اجماع کی ایک قسم کتاب وسنت کی نصوص (یعنی مسموع کے نقل) پر اجماع ہے۔ اس کی حجیت میں کسی کو کلام نہیں۔

۲۔ غیر منصوص اور غیر مسموع پر اجماع۔ اس اجماع کی بنیاد در اصل نص یا قیاس صحیح ہوتا ہے اور زیر بحث اجماع کی یہی قسم ہے۔

اس کے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"لا یوجد مسئلہ یتفق الاجماع علیھا الا وفیھا نص"

(فتاوی ج ۱۹۔ ص ۱۹۵)

(جتنے بھی متفق علیہ اجماعی مسائل ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس میں نص نہ ہو)۔

"لا یوجد قط مسئالہ مجمع علیھا الا وفیھا بیان من الرسول ولکن قد یخفی علی بعض الناس ویعلم الاجماع فیستدل بہ"

(فتاوی۔ ج ۱۔ ص ۱۹۵)

(کوئی بھی مجمع علیہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں نص نہ ہو لیکن بعض لوگوں سے وہ نص تو مخفی ہوتی ہے لیکن اس پر اجماع کا انہیں علم ہوتا ہے اس لیے وہ اس پر اجماع سے استدلال کرتے ہیں)۔

"لکن استقرائنا موارد الاجماع فوجدنا کلھا منصوصۃ"

(فتاویٰ ج ۱۹۔ ص ۱۹۶)

(ہم نے اجتماعی مسائل کا جائزہ لیا تو سب کو منصوص پایا)۔

۲۔ اجماع کی تقسیم بدیہی اور نظری کے لحاظ سے۔

جیسے کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے ایک اجماع وہ ہے جس میں اُمتِ مُسلمہ کے ہر عام و خاص کا اتفاق ضروری ہے۔ اور دوسرا وہ ہے کہ جس میں پہلے مرحلے میں مجتہدین صالحین کا اجماع ہوتا ہے اور دوسرے مرحلے میں اُمت کا۔ اس اجماع کو اُس وقت بھی اجماع قرار دیا جائے گا جب کہ اس میں اُمت کے بعض افراد شریک نہ ہوں اور یہ بھی حجت ہوگا۔

"فما اجمع علیہ الخواص فالعوام متفقون علیٰ ان الحق فیہ ما اجمع علیہ اهل الحل والعقد لا یضمرون فیہ خلافاً اصلاً ...... ان العصر الاوّل من الصحابۃ قد اجمعوا علیٰ انہ لا عبرۃ بالعوام فی هٰذا الباب"۔

(المستصفیٰ ج ۱ ص ۱۸۲)

۳۔ اجماع کی تقسیم اس کے ثبوت کے لحاظ سے۔ اجماع تصریحی۔ اجماع سکوتی۔

اصل اجماع، اجماع تصریحی ہے اس لیے اسے اجماع عزیمۃ یعنی اصل اجماع قرار دیا گیا ہے اور اجماع سکوتی کو رخصت کا نام دیا گیا ہے۔

"اما العزیمۃ فالتکلم بما یوجب الاتفاق منہم او شروعہم فی الفعل فیما یکون من باب الفعل علیٰ وجہ یکون ذالک موجوداً عن الخاص والعام فیما یستوی الکل فی الحاجۃ الی معرفتہ لعموم البلوی العام فیہ کتحریم الزنا والربوا وتحریم الامہات واشباہ ذالک ویشترک فیہ جمیع علماء العصر فیما لا یحتاج العام الی معرفتہ لعدم البلوی العام لہم فیہ کحرمتہ نکاح المرأۃ علی عمتہا وخالتہا وفرائض الصدقات ما یجب فی الزروع والثمار وما اشبہ ذالک"۔ (کشف الاسرار۔ ج ۳ ص ۲۲۸)

(ایسی بات کرنا جس سے اس کا اتفاق ثابت ہو یا اگر وہ کرنے کی چیز ہو تو سب کا اسے کرنا ثابت ہو اس طرح سے کہ اگر عوام و خواص سب کو اس کی معرفت کی ضرورت ہے تو سب کا اتفاق ثابت ہو اور اگر سب کو اس کی معرفت کی ضرورت نہیں تو جمیع اہل عصر علما کا اتفاق ثابت ہو (حاصل)

(باقی بر صفحہ ۵۶)

شہادتِ حسینؓ کا تاریخی پس منظر

اور حادثہ کربلا کے نتائج

جناب ڈاکٹر احمد سجاد رانچی

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ وَاَبِشَرِّ النَّاسِ. اِنَّ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ رَجُلاً عَمِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَلٰی ظَھْرِ فَرَسِہٖ اَوْ ظَھْرِ بَعِیْرِہٖ اَوْ عَلٰی قَدَمِہٖ حَتّٰی یَاتِیَہُ الْمَوْتُ وَاِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ رَجُلاً یَقْرَءُ کِتَابَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَا یَرْعَوِیْ بِشَیْئٍ مِّنْہُ - (رواہ النسائی)

"حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ بتاؤں کہ بہترین لوگ کون ہیں، اور بدترین لوگ کون ہیں؟ بہترین لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو راہِ خدا میں سرگرمِ عمل رہے۔ چاہے گھوڑے کی پشت پر یا اونٹ کی پیٹھ پر یا پیادہ، یہاں تک کہ اُسے موت آجائے اور بدترین لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو اللہ کی کتاب پڑھے اور اس کے باوجود غلط کاموں سے اجتناب نہ کرے۔"

اگر غور کریں تو مذکورہ بالا حدیث صحیح کی روشنی میں بھی شہادتِ حسینؓ کے پس منظر اور نتائج تک ہم بآسانی پہنچ سکتے ہیں۔ یعنی اپنے وقت کے بہترین لوگ راہِ خدا میں بدترین لوگوں کے ہاتھوں شہید کر دئے گئے۔ کیونکہ ظالموں نے اللہ کی کتاب پر ایمان لانے کے باوجود غلط کاریوں سے بچنے کی روش اختیار نہیں کی تھی۔ اگر انہوں نے ایسا کیا ہوتا تو صرف حادثۂ کربلا رونما نہ ہوتا بلکہ تاریخ انسانی

آج اس قدر تشویش ناک حد تک بدنما نہ ہوتی اور نہ عالم اسلام تمام نعمتوں کے باوجود ایسا ذلیل و خوار ہوتا اور نہ شاعر مشرق کو اس ماتم کی ضرورت پڑتی ۔

ع ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو

سچ پوچھیے تو میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ اور خاندان امام حسینؓ کے لہو کی ارزانی ہی نے آج تک خون مسلمان کو اس قدر ارزاں اور عالم انسانیت کو لرزاں و حیراں کر رکھا ہے ۔

مولانا ابو الکلام آزاد نے ایک موقع پر بالکل صحیح کہا تھا :

"حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا اور اشک بار آنکھوں سے پڑھا گیا ۔ لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں ، جن کو خون کی ان چادروں نے چھپا دیا اور ہزاروں اسوہ ہائے حسنہ مخفی تھے ، جو آنسوؤں کے سیلاب بہا لے گئے ۔" [1]

شہادت حضرت امام حسینؓ کی مضمر بصیرتوں میں اس کے منفی اور مثبت دونوں پہلو درس آموز ہیں ۔ بعض منفی نتائج کی طرف ابتدا ہی سے چند اشارے کیے گئے ، مگر اس واقعہ شہادت کے اندر عزم و استقلال ، صبر و ثبات ، استبداد شکنی ، قیام خلافت و جمہوریت ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں ان کی تاریخ ساز اہمیت سے آج بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ۔

اس ضمن میں سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ چند افراد یا ایک بڑے خاندان کا کسی وجہ سے بھی مظلوم و مقتول اور شہید ہو جانا آخر تاریخ انسانی کا اس قدر معظم بالشان واقعہ کیسے بن گیا ؟

کربلا کا یہ حادثۂ فاجعہ انسانی اور اسلامی تاریخ کا اس لیے ایک سنگ میل بن گیا کہ خدا کا آخری دین ، دین اسلام اپنی تمام نظری و عملی خیر و برکت کے ساتھ خلافت راشدہ کے تیس سالہ دور میں عملاً عالم اسلام میں قائم ہو چکا تھا ۔ رضائے الٰہی کی خاطر فرد کی تربیت ، معاشرہ کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل نیز عدل و قسط کے قیام ، آزادیٔ ضمیر ، آزادیٔ فکر ، اخوت و مساوات ، مظلوم و محروم طبقات اور گروہوں کے حقوق کی بازیافت ، اسلامی مملکت کے حدود میں نافذ ہو چکی تھیں اور یہ دُ کھلوں

[1] بحوالہ تکبیر کراچی ۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء ص ۱۰

فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا ظہور بھی ہو چکا تھا۔ ان اعمال حسنہ میں استحکام و استمرار کی وجہ اصلاً یہ تھی کہ ان کے نفاذ میں فقط وعظ و ارشاد اور مسجد و منبر کے درود یوار کا سہارا نہیں لیا جا رہا تھا بلکہ فساد کی اصل جڑ سیاست و اقتدار کو خلافت و جمہوریت میں تبدیل کیا جا چکا تھا۔ دین و سیاست کے ڈانڈے ملائے جا چکے تھے جس کے نتیجے میں خلافت راشدہ کی مندرجہ ذیل خصوصیات واضح ہو کر سارے عالم میں محسوس کی جا رہی تھیں۔

——اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کی رو سے بادشاہت اور ملوکیت کی جگہ [illegible] اسلامی جمہوریت کا قیام عمل میں آیا۔

——مشاورتی نظام اور شورائی حکومت کی عملداری شروع ہوئی اور خلفائے راشدین نے جانشینی کے قبیح طریقے کو قرآن و سنت کی روشنی میں ترک کر دیا۔

——معاشرے کے ہر فرد پہ قانون کی بالادستی اس طرح نافذ کی گئی کہ علی الاعلان ایک بڑھیا بھی حضرت عمر فاروقؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان کا احتساب کرنے لگی۔

——معاشی عدل قائم ہوا۔

——فتوحات میں بربریت و بہیمیت کی جگہ روح جہاد پیدا ہو جانے کی وجہ سے انسانی جان و مال کی حفاظت اور ان کی صلاح و فلاح کو مقدم رکھا گیا۔

——پوری مملکت اسلامیہ میں تمام تر خوشحالیوں کے باوجود دین کی اخلاقی تعلیمات کو جاری و ساری کرنے کی تدابیر روبعمل لائی گئیں۔

——ذمیوں اور غلاموں کی عزت نفس اور انسانی حقوق کی بالادستی کو مقدم رکھا گیا۔

——حکومت اور اس کی مشینری کو خدا اور خلق خدا کی امانت تصور کیا گیا۔

——حکومت اور اس کی مشینری کو ہر قسم کی قبائلی، نسلی اور وطنی عصبیتوں سے پاک کیا گیا۔

——عرب کا یہ اسلامی انقلاب محض تیس سال کے مختصر عرصہ میں ایک بین الاقوامی انقلاب بن گیا۔ کیوں کہ روم و ایران کی مہذب ترین اور طاقت ور ترین قومیں ان محاسن کو دیکھ کر جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتی گئیں۔

——غرض خلافت راشدہ کا دور حکومت اپنے مثبت اور ٹھوس کارناموں اور منفرد خصوصیات

کی وجہ سے آنے والی نسلوں کے لیے ایک مثالی اور قابلِ تقلید بن گیا۔ اور آج بھی اسلامی دنیا میں اس کی یہ حیثیت برقرار ہے۔ چنانچہ آج بھی جو مسلم حکومت اپنی خصوصیات میں خلافتِ راشدہ سے جتنی زیادہ مشابہ اور قریب تر ہے اتنی ہی اس میں کم خرابیاں نظر آتی ہیں اور جو حکومت جتنی زیادہ مختلف ہے اس میں اتنی ہی زیادہ خرابیاں نظر آتی ہیں۔

لہٰذا غور کیجیے تو خلافت راشدہ حقیقت میں محض ایک سیاسی حکومت نہ تھی بلکہ نبوت کی مکمل نیابت تھی۔ یعنی اس کا کام صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ملک کا نظم ونسق چلائے، امن قائم کرے اور سرحدوں کی حفاظت کرے۔ بلکہ وہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں معلم، مربی اور مرشد کے وہ تمام فرائض انجام دیتی تھی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں انجام دیا کرتے تھے اور اس کی یہ ذمہ داری تھی کہ دارالاسلام میں دین حق کے پورے نظام کو اس کی اصلی شکل و رُوح کے ساتھ چلائے اور دنیا میں مسلمانوں کی پوری اجتماعی طاقت اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خدمت پر لگا دے، اس بنا پر یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ صرف خلافت راشدہ ہی نہ تھی خلافتِ مرشدہ بھی تھی۔[۱] بقول ایک مفکرِ اسلام کے

"یہ صورتِ حال اگر ڈیڑھ دو صدی بھی باقی رہ گئی ہوتی تو شاید دنیا میں کفر باقی نہ رہتا یا اگر رہ بھی جاتا تو کبھی سر اٹھانے کے قابل نہ ہوتا۔"[۲]

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی اسی مثالی سیاست کو یزید کی ولی عہدی سے جب ظالمانہ ملوکیت کی شکل دی جانے لگی تو اس بگاڑ اور انحراف کو دور کرنے کے لیے حضرت امام حسینؓ نے پورے خانوادۂ رسولؐ کے ساتھ میدانِ کربلا میں اپنی جان نثار کرکے یہ مثال قائم کردی کہ اب حکومت وسیاست کی ظاہر میں خواہ کیسی ہی مقدس صورت ہو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ یا حکومتِ الٰہی سے کمتر پر مسلم اُمت قیامت تک کبھی راضی نہیں ہوسکتی۔

مگر اتنی منظم اور مثالی تیس سالہ خلافت یکایک ملوکیت کے قالب میں نہ ڈھل سکتی تھی نہ ڈھلی بلکہ بتدریج مزید تیس سال تک بعض اجتہادی غلطیوں، کمزوریوں، غلط فہمیوں، سازشوں، عصبیتوں

---

[۱] خلافت وملوکیت، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ص ۱۰۵

[۲] ایضاً " ص ۲۰۵

نفاق اور باہمی خانہ جنگیوں کے مختلف مراحل سے گذرنے کے بعد یزید کی ملوکیت قائم اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت واقع ہوئی۔

ان غلطیوں اور کمزوریوں کا ظہور خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے وقت سے شروع ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ نے جو اپنے فیاضانہ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کے لیے تاریخ اسلام میں مشہور و معروف ہیں جب اپنے اس ذاتی حسنِ عمل کو منصبِ خلافت پر پہنچ کر عہدوں اور خمس کی تقسیم یا بیت المال سے امداد کے معاملے میں بلاشبہ کوئی غیر شرعی کام تو کبھی نہیں کیا مگر تدبیر کے لحاظ سے وہ احتیاط نہ برت سکے جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں برتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے عہد حکومت میں حضرت علیؓ کے سوا بنی ہاشم میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہیں دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تو اپنے پورے زمانۂ خلافت میں اپنے قبیلے یا خاندان کے کسی شخص کو سرے سے کسی منصب پر مامور ہی نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دس سالہ عہد میں بنی عدی کے صرف ایک شخص کو ایک چھوٹا سا عہدہ دیا اور پھر جلد ہی سبکدوش کر دیا۔ مگر ان روایات کے برخلاف حضرت عثمانؓ نے ریاست کا سربراہ بننے کے بعد اپنے ہی خاندان کے ایک فرد اپنے چچازاد بھائی مروان بن الحکم کو حکومت کے تقریباً چیف سیکرٹری کی حیثیت کا عہدہ دار بنا دیا۔ اور جزیرۃ العرب کے باہر کے تمام اسلامی مقبوضات پر اپنے ہی خاندان کے گورنر مقرر کر دیئے۔ واضح رہے کہ اس زمانے کے نظم ونسق کی رُو سے افریقہ کے تمام مفتوحہ علاقے مصر کے گورنر کے ماتحت، شام کا پورا علاقہ دمشق کے گورنر کے ماتحت اور عراق، آذربائیجان، آرمینیہ اور خراسان و فارس کے تمام علاقے کوفہ و بصرہ کے گورنروں کے ماتحت تھے۔

حضرت عثمانؓ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ کوفہ کا گورنر اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مقرر فرمادیا۔ اس کے بعد یہ منصب اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاص کو دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو ان کی جگہ مامور کیا۔ حضرت عمرو بن العاص کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا۔ حضرت معاویہؓ سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے میں صرف دمشق کی ولایت پر مامور تھے، حضرت عثمانؓ نے ان کی گورنری میں

دمشق، حمص، فلسطین، اردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا۔ اس طرح عملاً ایک ہی خاندان کے ہاتھ میں سارے اختیارات جمع ہو گئے۔[1]

اِس حقیقت کے علاوہ دَورِ عثمانی میں آگے بڑھائے گئے بیشتر افراد طُلَقا میں سے تھے جو حضورؐ کی آخر وقت تک مخالفت کرتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد انہیں معافی دی گئی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح تو مسلمان ہونے کے بعد ایک بار مُرتد ہو چکے تھے۔ ممکن ہے کہ ان میں اعلیٰ درجے کی انتظامی اور مُلک گیری کی صلاحیت ہو، مگر حضورؐ کی صحبت و تربیت سے انہیں استفادہ کا وہ موقع نہ مل سکا جس سے ان کی قلب ماہیت ہو جاتی۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آگے چل کر ان کی کمزوریاں بتدریج رنگ لانے لگیں۔ ان حضرات نے حضرت عثمانؓ کی نرمی اور مروّت سے فائدے اُٹھائے جن سے سابقین اولین اور عامۃ المسلمین کو بجا طور پر شکایتیں ہوئیں۔ اوروں کو تو جانے دیجیے خود حضرت عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہؓ نے اپنے شوہر محترم سے صاف صاف کہا کہ "اگر آپ مروان کے کہے پر چلیں گے تو یہ آپ کو قتل کرا کے چھوڑے گا۔ اس شخص کے اندر نہ اللہ کی قدر ہے، نہ ہیبت، نہ محبت"۔[2]

حضرت معاویہؓ کو ایک ہی صوبہ کا مسلسل ۱۶-۱۷ سال تک گورنر رہنے دیا گیا۔ جس سے وہ اس قدر طاقت ور ہو گئے کہ حضرت علیؓ کے وقت میں مرکز کے مقابلے میں تلوار لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کئی موقعوں پر بیت المال کے عطایا اور مصر کے خمس کی تقسیم پر بھی اکابر صحابہ معترض ہوئے۔ مرکز سے دُور کے علاقوں میں حکام نے جب بعض اُمور میں من مانی شروع کر دی تو وہاں بد دلی پھیلنے لگی۔ اس بد دلی کو سبائیوں، خارجیوں اور دوسرے سازشی گروہوں نے مزید ہوا دی اور عراق کی فضا گرم ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ کے پاس شکایتیں موصول ہوتیں تو مروان اصلاحِ حال کے بجائے مغالطہ کا باعث بنتے۔ چنانچہ خرابیاں بڑھتے بڑھتے شورش میں بدل گئیں اور ظالموں نے بالآخر

۱؎ خلافت و ملوکیت - سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ - ص ۱۰۸

۲؎ الطبری جلد ۳ ص ۲۹۷-۲۹۶، البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۷۳-۱۷۲ بحوالہ خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶ -

حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت علیؓ جن حالات میں خلیفہ چہارم منتخب ہوئے اُس وقت صورت یہ تھی کہ ایک طرف تو دو ہزار شورشی دار الخلافہ پر مسلط تھے، جن کے حامی مصر، بصرہ اور کوفہ میں بھی تھے۔ دوسری طرف مرکز میں با اثر صحابہ کرام کے ایک گروہ نے غیر جانب داری کی روش اختیار کی اور تیسری طرف بصرے اور شام میں حضرت معاویہؓ کی طاقت ور فوجیں حضرت علیؓ سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئیں۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ تو عین حالتِ جنگ میں اپنی غلطی مان کر میدان سے ہٹ گئے۔ حضرت عمارؓ کی شہادت نے حقیقت اور واضح کر دی کہ باغی کون ہے اور حق پر کون ہے اور حضرت عائشہؓ تو بعد میں اپنی غلطی پر عمر بھر پچھتاتی رہیں۔ اِن اجتہادی غلطیوں نے خلافتِ اسلامیہ کی چولیں ہلا دیں۔

مگر حضرت عمرو بن العاصؓ نے جنگِ صفین میں قرآن کو نیزوں پر اُٹھوا کر اور دومۃ الجندل میں تحکیم کی کارروائی پر تو اور بھی غضب کیا۔ مؤرخین نے تو اسے اجتہادی کارروائی ماننے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی مملکت شام کی حدود میں سب وشتم کا جو سلسلہ شروع کر دیا اس نے ملت اور خلافت کی رہی سہی آبرو کو ختم کر دیا۔ ابن ملجم خارجی کے قاتلانہ حملے سے حضرت علیؓ کی شہادت واقع ہو گئی تو دار الخلافہ میں حضرت امام حسنؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ مگر حضرت امیر معاویہؓ عراق پر حملہ آور ہو گئے۔ آخر امام حسنؓ نے ملت میں خانہ جنگی کے بجائے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں اپنی خلافت سے دستبردار ہونے کو ترجیح دی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب حضرت معاویہؓ کی بیعت ہو جانے کے بعد ان سے ملے تو انہیں السلام علیک ایہا الملک کہہ کر خطاب کیا۔[1] ایک مرتبہ انہوں نے خود کہا تھا کہ انا اول الملوک[2] (میں مسلمانوں میں پہلا بادشاہ ہوں)۔ یوں بقول حضرت ابوموسیٰ اشعری:

"امارت (خلافت) وہ ہے جسے قائم کرنے میں مشورہ کیا گیا ہو اور بادشاہی وہ ہے جس پر تلوار کے زور سے غلبہ حاصل کیا گیا ہو۔"

---

[1] ابن الاثیر۔ جلد ۳ ص ۴۰۵۔ بحوالہ خلافت وملوکیت ص ۱۴۷

[2] الاستیعاب جلد ۱ ص ۲۵۴۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۵۔ بحوالہ خلافت وملوکیت ص ۱۴۸

اور حضرت معاویہ نے تلوار کے زور سے اپنی بادشاہی قائم کرلی۔ اتنا ہی نہیں آگے چل کر موصوف نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لیے خوف وطمع کے ذرائع سے بیعت لے کر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے فوری طور پر دوبارہ بحال ہونے کے تمام امکانات کو ختم کر دیا۔

یزید کی جانشینی کے وقت (۶۰ھ) پانچ صحابیوں نے کھل کر مخالفت کی مثلاً حضرت حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمن بن ابوبکرؓ۔ آخرالذکر نے صاف کہہ دیا کہ یہ طریقہ ابوبکرؓ وعمرؓ کا نہیں قیصر وکسریٰ کا ہے۔ یہیں سے جبری بیعت اور خاندانوں کی موروثی بادشاہت کا مستقل سلسلہ چل پڑا۔ اور بیعت سے اقتدار حاصل ہونے کے بجائے اقتدار سے بیعت حاصل ہونے لگی۔ اور ملت کا اجتماعی شعور بحران کا شکار ہو گیا۔ کیونکہ خود عرب جو اسلامی خلافت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے، اپنی لسانی، نسلی اور مذہبی یک جہتی کے باوجود قبائلی عصبیت کے جذبے سے ابھی تک خود کو پوری طرح آزاد نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے امیر معاویہؓ اپنی ملوکانہ اسکیم میں نہ صرف کامیاب ہو گئے بلکہ آگے چل کر محض بیس پچیس برسوں کے اندر اندر ظلم و جور کی ہر طرف ایسی حکمرانی ہو گئی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک موقع پر تقریباً یہ چیخ اٹھے کہ:

"عراق میں حجاج، شام میں ولید، مصر میں قرۃ بن شریک، مدینہ میں عثمان بن حیان اور مکہ میں خالد بن عبداللہ قسری، خداوندا تیری دنیا ظلم سے بھر گئی ہے اب لوگوں کو راحت دے۔"[1]

سلیمان بن عبدالملک کی موت کے بعد (۹۹ھ) اس کی وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب حکومت (۹۹ تا ۱۰۱ھ = ۲ سال ۵ ماہ) ملی تو انہوں نے اس حکومت کو خلافت میں تبدیل کر دیا۔ اور ظلم وستم کی ماری دنیا کو راحت دینا چاہی تو بالآخر زہر دے کر شہید کر دیئے گئے۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن وسنت کے فیض اور اکابرینِ امت کی ایثار سے تیس سالہ عہدِ خلافت کے برکات کو آج تک کھرچ کے پھینکا نہ جا سکا ہے اور اس کے خوش گوار اثرات غیر محسوس طور پر ہنوز اپنا کام کر رہے ہیں۔ مگر امیر معاویہؓ اور یزید کے نظام ملوکیت کی وجہ سے اسلامی دنیا اُن

---

[1] ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ۔ ثروت صولت۔ جلد اول ص ۱۴۹

نعمتوں اور برکتوں سے محروم ہو گئی جو خلافتِ راشدہ کی خصوصیات تھیں۔ (جن کا ذکر سطور بالا میں ہو چکا ہے۔) اور اسلامی دنیا کے سیاسی ڈھانچے میں حسب ذیل خرابیاں نمودار ہو گئیں۔

۱ ۔۔۔ حکمرانی کا قرآنی معیار اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ باقی نہیں رہا۔ جیسا کہ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں تھا۔ اب دمشق کے حکمرانوں نے ایران اور روم کے بادشاہوں کی طرح شاہانہ زندگی اختیار کر لی۔

۲ ۔۔۔ بیت المال اب رعایا کی امانت نہیں رہا بلکہ بادشاہوں کا ذاتی خزانہ بن گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے محل پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تبصرہ کرنے کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا۔

"اگر آپ نے یہ محل بیت المال کی رقم سے بنایا ہے تو خیانت کی ہے اور اگر ذاتی مال سے بنایا ہے تو فضول خرچی کی ہے"۔

۳ ۔۔۔ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں اظہار رائے کی آزادی کا یہ حال تھا کہ ایک بڑھیا کو بھی خلیفۂ وقت کے محاسبہ کی آزادی تھی مگر اب حق گوئی کی سزا قید اور قتل ہوتی تھی۔

۴ ۔۔۔ عدالت میں مداخلتِ بے جا کا سلسلہ شروع ہوا۔

۵ ۔۔۔ شورائیت کا خاتمہ ہو گیا۔

۶ ۔۔۔ قانون کی بالاتری سے انکار کر دیا گیا اور دین و سیاست عملاً ایک دوسرے سے آزاد ہو گئے۔

۷ ۔۔۔ قومیت و شعوبیت اور نسلی عصبیت کی وجہ سے حکمران امیر المؤمنین کے بجائے امیر العرب بن گئے۔

۸ ۔۔۔ ملوکیت نے ملت کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا۔ حکمران، علماء، مفتی، قاضی، صوفیاء وغیرہ۔ یہی تقسیم آگے بڑھ کر دینِ اسلام کی تقسیم پر منتج ہوئی۔

حضرت امام حسینؓ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شہید ہو کر ملوکیت کی مندرجہ بالا خرابیوں کو قیامت تک کے لیے چیلنج کر دیا۔ انہوں نے میدانِ کربلا میں خاندان سمیت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بیعت کے بجائے ابن زیاد کے سامنے جو تین باتیں رکھیں وہ یہ تھیں:

۱۔ ہمیں یزید کے پاس جانے دو یا (۲) سرحدوں کی طرف جانے دو یا (۳) مدینہ واپس جانے دو۔

بالآخر امام حسینؓ شہید ہوگئے، مگر کسی ظالم حکمران کے ہاتھ پر بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب افکار مفلوج ہو رہے تھے، بعض بھاری بھر کم شخصیتیں بک چکی تھیں۔ وفادار تنہا رہ گئے تھے۔ پرہیزگاروں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ جوان یا تو مایوسی کا شکار ہو چکے تھے یا بک چکے تھے۔ بڑے بوڑھے اور بزرگ افراد یا تو شہید کر دیئے گئے تھے یا خاموش ہو گئے تھے یا کر دیئے گئے تھے۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جو اپنے آپ کو فروخت کر چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عوام کی کوئی احتجاجی آواز سننے میں نہیں آ رہی تھی۔ قلموں کو توڑ کر پھینک دیا گیا تھا۔ زبانیں کاٹی جا رہی تھیں۔ ہونٹ سیئے جا رہے تھے۔ حق و حقیقت کے تمام مراکز وفاداروں کی نابودی کے سبب ویران ہو چکے تھے۔ چنانچہ اس سناٹے میں حضرت امام حسینؓ اور ان کے اہل خاندان نے اپنے نانا پر وحی شدہ آیات کو جنہیں فراموش کیا جا رہا تھا اپنے اجتماعی خون سے ناقابلِ فراموش بنا دیا۔

تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۔ (الصف: ۱۱)

"تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہترین کام ہے اگر تم جانو۔"

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

(توبہ: ۲۰)

"جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے حق کی خاطر گھر بار چھوڑا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے لڑے ان کا درجہ اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا ہے اور وہی لوگ ہیں جو حقیقت میں کامیاب ہیں۔"

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ ۱۵۴)

"مقتول فی سبیل اللہ کو مردہ مت کہو، بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔"

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (آل عمران ۱۶۹-۱۷۰) (جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مُردہ نہ سمجھو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اُس پر خوش ہیں)

ملوکیت کے منہ کو حضرت امام کا یہ خون اس طرح لگ گیا تھا کہ ذاتی مصالح پر اُمت و حکومت کے مصالح کو بھی آگے چل کر نہایت بے دردی سے مسلسل قربان کیا گیا۔ اور کرۂ ارضی کو فتح کر لینے والے مجاہدین کے ہاتھوں کو بھی قلم کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی گئی۔ قتیبہ کو چین، محمد بن قاسم کو ہندوستان اور موسیٰ بن نصیر کو پورا یورپ فتح کرنے سے قبل ہی محض خود غرضیوں کی بنا پر اسٹیج سے ہٹا کر اسلامی دنیا کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا گیا۔

شہادت امام حسینؓ کا یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہے کہ رضائے الٰہی کے لیے سب سے قیمتی متاعِ جان، جانِ آفرین کو سپرد کرنے کے واقعات ہر دور میں سامنے آتے ہیں، مگر اس غرض کے لیے پورے خاندان سمیت شہادت و قربانی کی یہ مثال انسانی تاریخ میں سب سے بے نظیر و بے عدیل ہے۔

حضرت موسیٰ سپردِ نیل کیے گئے مگر بال بال بچے، حضرت ابراہیمؑ آتشِ نمرود کا شکار ہوئے، مگر وہ بھڑکتی ہوئی آگ سلامتی کا باعث کر دی گئی، حضرت اسمٰعیلؑ کو راہِ خدا میں ذبح کیا جانا تھا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ حضرت عیسیٰ سولی کی طرف بڑھے لیکن بچا لیے گئے۔ غرض خاندانِ نبوت دنیا کو آباد کرنے کے لیے ہمیشہ اُجڑتا رہا مگر وقتِ واحد میں کسی خاندانِ نبوت کے تقریباً ۷۰-۷۲ افراد نے اس طرح جامِ شہادت کبھی نوش نہیں کیا۔

آج بھی کسی ملک یا سماج میں اسلام اور مسلمانوں کو واقعی سرخروئی اور عزت حاصل کرنی ہے تو لفظی قیل و قال، منطقی مناظرے بازی، برسرِ اقتدار طبقہ کی دلالی، منافقت اور بزدلی کے بجائے سرفروشانہ انداز میں آگے بڑھ کر اسوۂ حسینؓ کو اختیار کر لینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ:

؎ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

رسائل و مسائل

ایک غلط کاروباری اسکیم

سوال :- ہمارے علاقے میں ان دنوں ایک اسکیم کا بڑا چرچا ہے۔ بنیادی طور پر یہاں متعارف کرانے والوں نے اسے امداد باہمی کی سکیم کے طور پر پیش کیا۔ ابتدائی طور پر اس کا ممبر بننے کے لیے ۵۰/- روپے کے لگ بھگ رقم خرچ کرنی پڑتی ہے اور ممبر بن جانے کے بعد کوئی ممبر یہ رقم وصول کرنا چاہے تو حاصل شدہ تین کوپن فروخت کر دیتا ہے۔

یہاں اس اسکیم سے وابستہ افراد میں سے زیادہ کا تعلق کم آمدنی والے ملازمین سے ہے، جن کے بارے میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ طرح طرح کی معاشی اُلجھنوں میں مبتلا ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کی اور بھی کئی سکیمیں مختلف ناموں سے چل رہی ہیں۔ بعض افراد کو اس کا ممبر بن جانے کے بعد رقم بھی وصول ہوتی ہے یا ہو رہی ہے۔ اس صورتِ حال سے ایسی سکیموں کے مقبول ہونے کے امکانات پائے جاتے ہیں۔

لیکن ایک احساس بعض افراد کے ذہن میں (جو ابتدا میں اس کے ممبر بن گئے ہیں، یا شامل ہونے کی فکر میں ہیں) بار بار چٹکیاں لیتا ہے۔ اور کچھ سوالات اُبھرتے ہیں جن کو اس طرح ترتیب دیا جا سکتا ہے۔

۱- اس طرح سے حاصل ہونے والی آمدنی کی شرعاً کیا حیثیت ہوگی؟

۲- (ا) غیر اسلامی نظام میں جہاں ملک کی مالیات کا زیادہ تر دارومدار سود پر ہو وہاں

تنخواہ اور الاؤنسز وغیرہ سے حاصل ہونے والی آمدن جائز ہوگی اور اگر جائز ہو تو:

ب - کیا ایک آدمی اپنی آمدنی میں کچھ اضافے کے لیے مذکورہ بالا قسم کی اسکیموں میں شامل ہو سکتا ہے۔

۲ - اگر اس قسم کی آمدنی جائز نہیں تو وہ شخص جسے اس ذریعے سے کچھ رقم وصول ہوئی ہو یا ہونے کی توقع ہے۔ وہ اس رقم کے ساتھ کیا کرے۔

نوٹ: آپ کی معلومات کے لیے سکیم والوں کی طرف سے شائع کردہ پمفلٹ ساتھ بھیجا جا رہا ہے۔

جواب: جس اسکیم کا آپ نے حوالہ دیا ہے اور لٹریچر بھیجا ہے وہ اسکیم اپنی بنیادوں کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ اس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

۱- کچھ لوگ اپنے لیے کمائی کرنے کا ایک وسیع نقشہ بناتے ہیں اور اس میں تھوڑی سی گنجائش مفاد کی رکھ کر بے شمار لوگوں کو اپنی اسکیم کا ایجنٹ یا کارکن بنا لیتے ہیں اور آخر میں جا کر اصل بڑا فائدہ خود انھی کو ملتا ہے اور بقیہ لوگوں میں سے کچھ تعداد فائدہ اٹھاتی ہے اور کچھ نقصان کا شکار ہو جاتی ہے۔

۲- کوئی بھی اسکیم یا سرگرمی جس سے معاشرے کی کوئی حقیقی خدمت انجام نہ پاتی ہو بلکہ جس کا مقصد روپے کو محض اِدھر سے اُدھر کرنا ہو وہ اسلامی نقطۂ نظر سے نہایت مجہول اور لایعنی اسکیم ہے۔

۳- کسی آدمی کو کسی دوسرے سے کوئی رقم بغیر اس بات کے نہیں لینی چاہیے کہ کام کر کے یا کوئی خدمت انجام دے کر کوئی معاوضہ لیا جائے یا کسی دوست کا کوئی ہدیہ قبول کیا جائے۔ بقیہ تمام صورتوں میں دوسروں کے مال حاصل کرنا صاف ستھرا معاملہ نہیں ہو سکتا۔

۴- ٹوکن خریدنے والا ہر آدمی اس پر مجبور ہوتا ہے کہ قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو اپنے اثر و رسوخ اور منت سماجت سے مجبور کرے کہ وہ اس سے کوپن خریدیں۔ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو چھوٹے سے مفاد کی خاطر اس قسم کے چکر میں ڈالنا اخلاقی سطح سے گری ہوئی بات ہے اور پھر یہی سلسلہ آگے چلتا ہے اور وہ لوگ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو گھیر گھار کر اس میں شریک کرتے ہیں۔ یہ سارا سلسلہ بڑا مکروہ ہے۔

۵- چلتے چلتے یہ سلسلہ آخر کار ان ہزاروں افراد تک جا کر رکتا ہے جو کوپن خرید تو لیتے ہیں لیکن بیچ نہیں سکتے اور ان کو خسارا اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے فراہم کردہ لٹریچر میں لکھا ہے کہ حاصل کردہ

تین عدد کوپن فروخت نہ ہونے کی صورت میں ممبر کو ۴۵/- روپے کا نقصان ہو سکتا ہے۔"

اس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ لوگ تو فائدہ اُٹھالے گئے اور کچھ لوگوں کے سر نقصان لد گیا۔ ایسی تمام اسکیموں کا ہمیشہ یہی انجام ہوتا ہے۔

ان وجوہ سے میں اپنی پختہ رائے یہ رکھتا ہوں کہ کسی خدا پرست راست باز اور انسان دوست آدمی کو اس ہوسناکی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ جو ایسی اسکیموں کے پیچھے کام کر رہی ہوتی ہے۔

(ن۔ رحی)

ضمیمہ رسائل و مسائل :۔

ہمارے مہربان

سعودی عرب سے دو خط موصول ہوئے ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ ترجمان القرآن "ترجمان بائبل" بن گیا ہے، کیونکہ اس میں "کتاب مقدس کا کورس" پر ۳ سطری تعارف لکھا گیا ہے۔

قصہ یاد آگیا ہے کہ ایک خوشنویس قرآن شریف لکھنے بیٹھے تو خیال کیا کہ ایسی پاک کتاب میں شیطان اور خنزیر کا ذکر ناقابلِ برداشت ہے، لہٰذا انہوں نے کتابت کرانے والے صاحب کے والد محترم اور دادا حضور کے نام ایسے تمام مقامات پر لکھ دیئے۔ کتابت کرانے والے صاحب سر پیٹ کر رہ گئے۔

ہم نے عیسائیوں کے کورس کا تعارف اس لیے لکھا تھا کہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ کس طرح بذریعہ خط و کتابت ان کے ہاں تعلیمِ بائبل اور تبلیغِ عیسائیت کی مساعی شروع ہو گئی ہیں۔ ہماری اس خدمت کا جواب وہ ہے جو اوپر دیا گیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مطبوعات

سرور کائنات کے ۵۰ صحابہؓ از طالب الہاشمی ۔ ناشر: البدر پبلی کیشنز ۔ ۲۳ راحت مارکیٹ، اُردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ، اچھی طباعت، مضبوط جلد، صفحات ۴۶۴ قیمت: ۸۰/- روپے۔

ہمارے دَور کے ممتاز سیرت نگارِ صحابہؓ کے قلم سے ۵۰ صحابہ کرام کے حالات پر مشتمل ایک تازہ مجموعہ سامنے ہے ۔ حکایت بجائے خود لذیذ ہو اور داستان نگار کے قلم میں بھی جان ہو تو پھر کتاب آدمی کو پکڑ لیتی ہے۔ چنانچہ ہاشمی صاحب کی سابق مختلف کتابوں کی طرح اس کتاب نے بھی مجھے مجبور کر دیا کہ اسے جلد سے جلد پڑھ ڈالوں ۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی انفرادی سوانح ہی ہمارے سامنے نہیں آئیں، بلکہ قرونِ اُولیٰ کی تاریخ کے بہت سے ابواب بھی بیان ہو گئے ہیں ۔ کون صحابی کس مجلس میں موجود تھے ؟ کس معرکۂ جہاد میں شریک ہوئے؟ کونسا خاص فریضہ رسول اللہ کی طرف سے سونپا گیا؟ حضورؐ یا دوسرے صحابیوں سے کیا رشتہ داری تھی؟ حضورؐ کی وفات کے بعد کے دَور میں کیا کیا پارٹ ادا کیا ؟ اسلام قبول کرتے وقت کن آزمائشوں سے گزرنا پڑا؟ کن دوسرے لوگوں تک دعوت پہنچائی ؟ یا دین کا علم کس طرح اور کس درجہ میں حاصل کیا ؟ حدیث کی کتنی روایات بیان کیں ؟ عبادات، ذکر و نوافل، قیام اللیل اور انفاق فی سبیل اللہ کے لحاظ سے کیا مقام حاصل کیا ؟ پھر ان معلومات کے ساتھ بہت سے اہم اسباق ملتے ہیں، دینی معاملات میں رہنمائی ملتی ہے، حکیمانہ ارشادات سامنے آتے ہیں اور بس یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی لالہ زار میں علم و عمل کی ندیاں بہہ رہی ہیں ۔ خوبی یہ ہے کہ طالب ہاشمی صاحب بنیادی اہم کتابوں کے حوالے جابجا درج کرتے ہیں۔

حالات و واقعات جو بیان ہوئے ہیں ان کا تقابلی مطالعہ کرنے سے بحثیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مگر اس کے لیے میری متاعِ وقت و قوت بہت محدود ہے ۔

تعارف خواجہ عابد نظامی مدیر ضیائے حرم نے لکھا ہے۔ مؤلف کے قلم سے " حرفے چند" کے بعد " قرآنِ حکیم اور عظمتِ صحابہ" کے عنوان سے ایک مقالہ بھی شامل کتاب ہے۔

اُمید ہے کہ ہاشمی صاحب کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی بہت مقبول ہوگی۔

PLANNING CURRICULA FOR NATURAL SCIENCES: THE ISLAMIC PERSPECTIVE

مؤلف: محمد عبدالسمیع و مسلم سجاد۔ ناشر: آئی۔ پی۔ ایس۔ 6/4 SHALIMAR-3, ST. 56۔ اسلام آباد۔ قیمت: مجلد ۱۰۰ روپے۔ رنگین دبیز گتہ ۷۵ روپے

اسلام کے تحریکی ظہور کا فیضان ہے کہ مختلف دائروں میں فکری و تحقیقی کاموں کی رفتار بڑھ رہی ہے۔ بخصوصاً تعلیم کے دائروں میں پاکستان اور بیرونِ پاکستان اسلامی نقطۂ نظر سے بڑی کثیر تعداد میں کتابیں اور مقالے سامنے آرہے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ کتاب ہے۔ پہلا مرحلہ اسلام کے اصولِ تعلیم کو اُجاگر کرنے کا تھا۔ اب ان اصولوں کو تعلیمی تنظیم، طریقِ تدریس اور نصاب سازی وغیرہ عملی مسائل پر منطبق کرنے کا کام تیزی سے ہو رہا ہے۔

" طبعی (فطری) سائنسوں کے لیے نصابی منصوبہ بندی، اسلامی زاویہ فکر سے" کے متعلق خود نام ہی سے ضروری تاثر مل جاتا ہے۔ تعلیمات سے تعلق رکھنے والے ہر دو مؤلفین نے کیمیا اور علم حیاتیات (اور اس کی اہم شاخوں) کے لیے نصاب سازی کے خطوط متعین کیے ہیں۔ نیز تعلیم کی ابتدائی، ثانوی اور جامعاتی سطحوں کے لیے حدود کی نشاندہی کی ہے۔ سائنسی تعلیم کو اسلامی روح سے آراستہ کرنے کے لیے یہ رہنمائی دی گئی ہے کہ ایک تو زندگی اور اس کے احوال کے متعلق طلبہ کو یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ سارا سلسلہ خدائی احکام کے تحت چل رہا ہے اور اس اصول کے تحت ہر شعبۂ علم کے متعلق قرآن سے اشارات ہدایت اخذ کر کے شامل کیے جائیں، دوسرا اہتمام یہ ہو کہ ہر علم کے متعلق ماضی میں مسلمانوں نے اپنے تفکر و تحقیق کے بل بوتے پر جو کارنامے انجام دیے ہیں ان کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ نمونے کے اسباق بھی شاملِ کتاب ہیں۔ بحث و گفتگو کا انداز تحقیقی ہے، زبان دلکش ہے۔ نظریات بہ حیثیت مجموعی درست ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد سینیٹر کے قلم سے نہایت مفید تمہیدی و تعارفی صفحات شامل ہیں۔

الہیات انقلاب انداز الطاف جاوید - ناشر: ادارۂ تعمیر نو - ۷۴-بی، گلبرگ - لاہور -

"علامہ اقبال ڈاکٹر علی شریعتی ریسرچ سنٹر" کے تحت یہ مختصر کتاب تیار ہوئی ہے - انتساب کے عنوان سے نفسِ مدعا بتایا گیا ہے کہ "یہ تفہیم اور آویزش دراصل ہابیلی عہد یعنی ابتدائی اشتراکی روحانی معاشرہ کی طرف اس عہد کی ترقی یافتہ علمی اور عمرانی قوتوں کے ساتھ مراجعت کی پہلی باشعور کوشش ہے" (ص ۳) گفتگو بار بار ادھ کچرے تفلسف کے گردابوں سے ہوتی ہوئی مؤلف کے مدعا کی کہیں ایک جھلک دکھاتی ہے اور کہیں اسے پھر ڈھانپ دیتی ہے - سوویٹ روس کے متعلق فرمایا: "سوویٹ یونین کے نئے دستور سے پرولتاری آمریت کی دفعہ کو ختم کر دیا گیا ہے - کیونکہ اب یہ مملکت طبقات پر مشتمل نہیں رہی" (ص ۱۵) - مؤلف کو وہاں موجودہ طبقاتی تفاوت کا شاید علم نہیں ہے -

ایک اور اقتباس: "اگر آج کمیونسٹ فلسفۂ حیات میں ان اقدار عالیہ کی جھلک نظر آتی ہے اور اس فلسفۂ حیات کو ماننے والے اسے معاشرتی واقعیت میں تبدیل کرنے کے لیے جوق در جوق اپنی قربانیاں پیش کر رہے ہیں تو یہ اُن کی اپنی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ وہی مسلک ہے جس پر تاریخ کی صبح نمودار ہونے کے ساتھ ہی بالادست طبقوں کے خلاف انبیاء و حکمائے الٰہی کی انقلابی تصوریت کے حامی انقلاب پسند ذہن عمل پیرا رہے ہیں" (ص ۳۸) نیز چند الفاظ: "لہٰذا اس عہد میں اشتراکی انقلاب کی مزید کامیابی اور دشمن قوتوں سے اسے بچانے کے لیے اشتراکی معیشت اور جدلیات کا تعلق دوبارہ انبیاء کی انقلابی تصوریت سے قائم کر دینا لازمی و لابدی ہے" (ص ۴۸) دلچسپ نکتہ: "مولانا مودودی نے جنت کو اجتماعی معیشت کے نظام سے تعبیر کیا ہے ... دوسرے لفظوں میں ہبوط (ہبوط آدم) نام کی اجتماعی ملکیت کے انفرادی ملکیت میں بدل جانے کا ہے" (ص ۵۲) اور ڈاکٹر علی شریعتی نے: "ملکیت کے اس انفرادی نظام کے عہد کو قابیلی عہد قرار دیا ہے جو اپنے ماقبل ہابیلی عہد کا ضد (ANTI THESIS) تھا" (ص ۵۳)

نوخیز دانشوری نے گویا زمانۂ طالب علمی کے نوٹس کو جمع کر کے ایک اُلجھی اُلجھی تحریر مرتب کر دی ہے اور اس کا فکری رشتہ ایران کے "مجاہدین خلق" سے جوڑتے ہوئے علامہ اقبال کو بھی گواہ استغاثہ بنا لیا ہے اور پھر اس شاندار علمی اور انقلابی کارنامے کے ساتھ پروفیسر محمد عثمان صاحب کا نوٹ شائع کر کے گویا ایک سند بھی حاصل کر لی ہے -

فی الحقیقت یہ کتاب نہ علمی لحاظ سے اور نہ اخلاقی لحاظ سے کوئی افادیت بہم پہنچاتی ہے، بلکہ نوجوانوں کے لیے تو یہ خاص طور پر وجۂ انتشار ہوگی۔ ہم نے تو محض اس لیے اس کا ذکر تفصیل سے کیا کہ لوگوں کو یہ اطلاع ہو جائے کہ ایرانی "مجاہدینِ خلق" کے سائن بورڈ کے سامنے ایک نیا اشتراکی اڈا قائم ہونے کے آثار ہیں۔

چند مطبوعات "ہمدرد" | مختلف مطبوعات۔ از حکیم محمد سعید صاحب و دیگر اصحاب۔ شائع کردہ: ہمدرد مرکز۔ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

اس وقت ہمارے سامنے حسب ذیل مطبوعات ہیں:

۱۔ سائنس اور معاشرہ۔ یونیسکو کے جریدے امپیکٹ کے منتخب مقالات کا اردو ترجمہ۔ اعلیٰ خوبصورت طباعت۔ قیمت: ۴۰/- روپے

۲۔ خدماتِ ہمدرد، بذریعہ مطب ہمدرد۔ اس رسالے میں ہمدرد دواخانوں کے کام کا تعارف اور ۱۹۵۳ء سے ۱۹۸۳ء کے مصارف کی تفصیل۔

۳۔ ریاستِ اسلامی۔ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ میں "مذاکرہ ملی تعلیماتِ نبوی" کا انعقاد ہمدرد کے اہتمام سے ہوا۔ اس میں پڑھے جانے والے مقالات میں سے منتخب نکات کو موضوع وار مرتب کر کے گویا ایک خلاصہ مہیا کر دیا گیا ہے۔

۴۔ ہمدرد یونیورسٹی (تنصیب سنگ بنیاد)، مورخہ ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو حکیم محمد سعید صاحب کی دعوت پر جنرل محمد ضیاء الحق نے ہمدرد یونیورسٹی کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس پمفلٹ میں خطبۂ استقبالیہ شائع کیا گیا ہے۔ پمفلٹ میں ہمدرد اسکول، ہمدرد یونیورسٹی، انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز، ہمدرد لائبریری ہمدرد سائنس سنٹر کا تذکرہ شامل ہے۔

۵۔ جریدۂ ہمدرد، ترجمانِ تحریکِ آوازِ اخلاق۔ مدیر حکیم محمد سعید صاحب۔ چندہ سالانہ دس روپے۔ فی شمارہ ا روپیہ

۶۔ انتخاب۔ مرتب: حبیب الرحمٰن عثمانی۔ اس جریدہ کا ایک خاص نمبر سالنامہ ہے جس میں حکیم محمد سعید صاحب کی خدمات کا ذکر و بیان ہے۔ حکیم صاحب کے بیسیوں ہی میدان ہیں، کچھ فکری—

کچھ عملی! ان میں سے متعدد کے متعلق اعترافی مضامین اشاعت میں شامل ہیں۔ خود ان کی شخصیت پر بھی لکھا گیا ہے۔ افسوس کہ تفصیل دینا ہمارے لیے ممکن نہیں۔

"ہمدرد" کی طرف سے جو رپورٹیں اور خطوط مجھے موصول ہوتے رہتے ہیں، ان سے بعض اہم معلومات ملتی ہیں۔ ایک چیز ایسی ہے جس کا تذکرہ یہاں ضروری ہے۔ ہمدرد کے بورڈ آف ٹرسٹیز نے اسلام آباد کے اجلاس مارچ ۱۹۸۵ء میں رواں سال کے لیے مختلف خدمات پر ایک کروڑ روپیہ صرف کرنے کا فیصلہ کیا۔ تعلیمی، تاریخی، سائنسی اور فنی وطبی اداروں کو ۲۳ لاکھ روپے کی گرانٹ دی جائے گی۔ ذہین طلبہ کے لیے وظائف تعلیمی کی مد میں ۳ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ مختلف شہروں میں ہمدرد کے مطب اور گشتی شفاخانے چلانے کے لیے ۲۵ لاکھ روپے صرف کیے جائیں گے۔ ہمدرد کی جاری کردہ دوسری مختلف تحریکات اور بین الاقوامی دوروں اور رابطوں کے لیے بھی ۲۵ لاکھ روپے کی رقم مقرر کی گئی ہے۔

یہ ہم نے اس لیے بیان کیا کہ پاکستان کے دوسرے ادارہ ہائے خدمت و کاروبار کی توجہ بھی اس طرح کے خدمتی کاموں کی طرف مبذول ہو۔

اشاریہ ترجمان القرآن مرتب: حکیم نعیم الدین زبیری۔ ناشر: ادارہ معارف اسلامی پاکستان۔ سی-۱۶۳، بلاک نمبر ۱۔ فیڈرل بی ایریا کراچی۔ صفحات: ۴۴۳۔ قیمت: ۶۵/- روپے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی انقلابی فکر ترجمان القرآن کے ذریعے برصغیر میں پھیلی اور اس رسالے نے ہزارہا متاثرین کی زندگیوں کو بدل دیا۔ اس رسالے کا اجرا ۱۹۳۲ء سے ہوا۔ اور اس کی عمر مولانا کی وفات کے وقت تقریباً ۴۵ برس تھی۔ اتنے لمبے دور کی وہ اہم تحریریں تو الگ شائع ہو گئیں جو مولانا مودودیؒ نے دعوتی مقصد کے لیے لکھی تھیں۔ نیز جماعتی اجتماعات، تقاریر اور رپورٹوں کی بھی الگ سے اشاعت ہوئی۔ مگر نہ صرف دوسرے بہت سے لکھنے والوں کی تحریریں نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں بلکہ مولانا مودودیؒ کے لکھے ہوئے بعض اشارات اور شذرات تک کتابی شکل میں نہیں آئے۔ پس یہ ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ ترجمان القرآن کے پچھلے فائلوں کے مندرجات کا انڈکس یا اشاریہ مرتب ہو جائے۔ اس ضرورت کو سب سے زیادہ خود مولانا مودودیؒ نے محسوس کیا اور مرحوم ہی نے اس کام کی ذمہ داری حکیم نعیم الدین زبیری صاحب پر ڈالی۔

حکیم زبیری صاحب نے ۱۹۳۲ء سے ۱۹۷۶ء تک کے ۸۵ فائیلوں کا اشاریہ مرتب کر کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اب ہر قسم کے محققین اور طلبہ کے لیے یہ آسانی ہو گئی ہے کہ وہ کسی بھی اختیار کردہ موضوع سے متعلق ترجمان القرآن کے ۴۴ سالہ دور کے مضامین و مندرجات سے مواد جمع کر سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ کوئی عام مطالعہ کی کتاب نہیں ہے، بلکہ انڈکس یا فہرست ہے۔ اس کی ضرورت لائبریریوں، دفتروں، تحقیقی اور علمی اداروں کو ہے، یا ایسے پروفیسروں، وکلاء، صحافیوں اور لکھنے والوں کو ہے جن کے لیے اس قسم کے انڈکسوں سے مدد لینا ضروری ہو جاتا ہے۔

SACRIFICE | از خرم جاہ مراد - ناشر: اسلامک فاؤنڈیشن، ۲۲۳ لندن روڈ لاسٹر (LE2 1ZE) انگلینڈ۔ اعلیٰ یورپین طباعت، خوبصورت سرورق، قیمت نامعلوم۔

نہایت دلکش انگریزی زبان اور موثر انداز بیان میں فاضل مؤلف نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ دین سراسر قربانی یا قربانیوں کے ایک سلسلے کا نام ہے۔ "دین سراپا سوختن اندر طلب"۔ خواہشوں کی قربانی، باطل فکر کی قربانی، رسموں کی قربانی، مال کی قربانی، آرام کی قربانی، وقت کی قربانی، رائے کی قربانی، جذبات کی قربانی، رشتوں اور محبتوں کی قربانی اور آخری حد یہ کہ جان کی قربانی۔ ایمان کے معنی ہی ایک جد وجہد اور کشمکش میں پڑنے کے ہیں۔ اور مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بنتا ہی تب ہے جب وہ اس کشمکش سے صبر کے گزرتے ہوئے قربانیاں دیتا ہے۔ اس سارے پمفلٹ کے مندرجات مجھے لوٹا کر اس جملے تک لے گئے کہ "تم اسلام میں زبان سے "شہادت" ادا کرتے ہوئے داخل ہوتے ہو۔ لیکن تمہارا اسلام میں رہنا اس پر منحصر ہے کہ تم شہادت پر عمل پیرا ہو جاؤ"۔ (ص ۵)

اس پمفلٹ میں اتنی دعوتی و اصلاحی قوت ہے کہ یہ پڑھنے والے کو ہلا دیتا ہے۔

اسلامی قیادت | از خرم جاہ مراد - ناشر: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، صفحات: ۹۶ قیمت: ۱۱/۲۵ روپے۔

مؤلف کی حالیہ مطبوعات نے یہ تاثر پیدا کیا ہے کہ وہ منتظم و منصرم ہونے کی صلاحیتوں سے زیادہ شاید لکھنے کی استعداد رکھتے ہیں، خصوصاً دعوتی اور تعمیری و اصلاحی لٹریچر کی تیاری کے لیے ان کا

ذہن بڑی تخلیقی صلاحیت سے آراستہ ہے۔ اس کی شہادت اس پمفلٹ سے ملتی ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی جھلکیوں کے ذریعے یہ دکھایا گیا ہے کہ اسلامی قیادت میں کیا اوصاف ہونے چاہئیں۔ حضورؐ کی دعوت، مقاصدِ دعوت اور مقامِ دعوت، اپنی تیاری، مخاطبینِ دعوت سے طرزِ معاملہ، اپنے رفقائے دعوت (یا جماعت) کے لیے بہ حیثیت قائد و مربی کے سبق آموز رویہ۔

بحث و گفتگو کرتے ہوئے جہاں ضرورت پیش آتی ہے، مؤلف نے پورے زورِ کلام اور زورِ استدلال سے کام لیا ہے، مگر غالب اُن کا انداز انکسار ہے۔ ساری گفتگو میں ایک طرح کی دردمندی شامل ہے۔ خلاصہ مدعا یہ ہے کہ:

"ہم آپؐ کے تعلیم و قیادت کے طرز و طریق سے اپنے لیے رہنمائی حاصل کرسکیں"۔

محمود احمد عباسی از علی مطہر نقوی۔ ناشر: ادارۂ تحفظِ ناموسِ اہل بیت پاکستان۔ نمبر اسے ۲۱۹، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، حیدری، کراچی ۳۳۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت ۱۵/- روپے

تاریخ میں کبھی کبھی کوئی ایسی شخصیت رُونما ہوتی ہے جو کوئی مفید خدمت کرنے کے بجائے لوگوں کو اچنبھے یا اضطراب میں ڈال دیتی ہے۔ اسی شانِ طرفگی کے ساتھ محمود عباسی صاحب اُبھرے اور "خلافتِ معاویہ و یزید" نامی کتاب لکھ ڈالی۔ جس پر خوارج کی روحیں وجد کرتی ہوں گی۔ اُنھوں نے صدیوں کے تاریخی مسلّمات کو اتنا اُلٹ دیا کہ یزید کو رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا اور امام حسینؓ (بلکہ تمام اہل بیت) کو غداری اور تخریب کے الزامات لگا کر نعوذ باللہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کردیا۔ خیال رہے کہ داستانِ کشمکشِ حسین و یزید کا تعلق ہماری آج کی تاریخ سے بھی ہے۔ عباسی نے اپنے دور کی آمریت پسند اور لادینیت پسند طبقوں اور بادۂ فسق اور سرودِ فجور کے دلدادوں کو کمک پہنچانے کی کوشش کی مگر بے بنیاد "شعبدے" حالات پر اثر انداز نہیں ہوسکتے، آج نہ اس مصنف کی یاد باقی ہے نہ اس کی تصنیف۔ ۱۹۸۲ء کی شائع شدہ ایک کتاب نے محض تاریخی ریکارڈ کو تازہ کردیا۔

اِس کتاب میں محمود عباسی صاحب کی شخصیت اور ان کی فکر کی جو خوفناک تصویر سامنے آتی ہے اس کے مختصر گوشے بطورِ خاص آپ کتاب کے صفحہ ۲۶ تا ۴۰ میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی کتاب اور ان کے فکری تواد پر تنقید بھی کی گئی ہے۔

راہ سعادت	ترجمہ: "حسن الافادہ الیٰ طریق السعادہ" مؤلف: فضیلۃ الشیخ عبداللہ سلیمان

بن حمید (سعودی عرب)، مترجم: حافظ عبدالرحمٰن نعیم۔ ناشر: سبحانی اکیڈمی - ۱۹-اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۸۰ قیمت: -/۸ روپے۔

یہ ایک دعوتی و اصلاحی رسالہ ہے جس میں ایک ایک خرابی کے ازالے اور خوبی کے قیام کے لیے آیات قرآن سے، اور زیادہ تر احادیث پاک سے روشنی لی گئی ہے۔ اس روشنی کی مدد سے لوگ راہ سعادت کو پاسکتے ہیں۔

آخر میں ایک حصّہ عطیہ چشم کی بحث سے متعلق ممتاز علماء کے فتاویٰ پر مشتمل ہے جسے مترجم نے مرتب کیا ہے۔

پیغام و دعوت اور اُمّتِ مسلمہ کی ذمہ داری	از محمد شریف قاضی ساکن بھنڈ گراں ضلع گجرات۔ ملنے کا پتہ: ظفر بک ایجنسی، محلہ فیض آباد (بالمقابل مسجد) سرگودھا روڈ گجرات پاکستان۔ صفحات ۵۵ قیمت -/۶ روپے۔

یہ ایک تبلیغی و اصلاحی رسالہ ہے۔ مؤلف "صدارتی ایوارڈ" یافتہ ہیں۔ اُنھوں نے ابتداً توحید و عبادت پر بحث کرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ابواب سیرت کی روشنی میں زندگی کے متعدد انفرادی و اجتماعی مسائل کے لیے رہنمائی بہم پہنچائی ہے۔

ثانی اثنین	مصنف: مولوی محمد عبدالحلیم شرر۔ ناشر: مکتبہ اہل سنت وجماعۃ کراچی - ۲۸۷ قائم آباد

لیاقت آباد کراچی ۱۹۔ صفحات: ۹۵۔ قیمت -/۸ روپے

اس مختصر کتاب کو جب میں حضرت سیدنا صدیق اکبر کے متعلق مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی جامع اور ضخیم کتاب کے سامنے رکھ کے دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ شرر کی کتاب اگرچہ ضخیم نہیں، جامع پھر بھی ہے۔

مولانا عبدالحلیم شرر کی شخصیت آج کے تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت خصوصاً نوجوانوں کے لیے مبہم سی ہو کر رہ گئی ہے۔ لے دے کے وہ ایک ناول نگار کی حیثیت سے جانے گئے، مگر خود اس فن

کے میدان میں بھی ان کے مقام کو فراموش کر دیا گیا - ایک مدت سے ہم نے کوئی چیز ان کے متعلق جرائد میں نہیں پڑھی - آج شرر نام ہے ملک العزیز ورجنا، منصور موہنا اور فردوس بریں کے مصنف کا - حالانکہ شرر دینی بصیرت بھی رکھتے تھے - سیاسی شعور بھی تھا - صحافت کا بھی دل کھول کر حق ادا کیا - حیدر آباد دکن میں جامعہ عثمانیہ کے لیے تاریخ اسلام لکھنے پر مامور ہوئے - سوانح نگاری اکابرین کے میدان میں ثانی اثنین ؓ ذی النورین ؓ اور ابوالحسنین نام کی تین کتابوں کا اضافہ کیا - جملہ چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد سو سے زائد ہے - لیکن ملنے کو اب مضامین شرر کی جلدیں بھی نہیں ملتیں - پھر دلگداز کے فائیل بھی فراموش ہو چکے ہے - لکھنو جو شیعہ گروہ کا گڑھ تھا - اس میں بیٹھ کر ایک شخص سوانح صدیقی لکھتا ہے تو ماننا چاہیے کہ جہاد کرتا ہے -

کتاب میں جناب صدیق ؓ کے مکی دورِ صبر و ایثار، ہجرت میں ثانی اثنین کا رتبہ پانا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی قرابت کہ غار و بدر ہی نہیں، قبر کی بھی ہمسائیگی ملی پھر قبول خلافت زہد و اتقاء، فقر و درویشی، عزم و شجاعت، نظم و نسق، مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی، بیرونی دشمنوں کے خلاف جہاد اور اسلامی ریاست کی توسیع وغیرہ واقعات اس رسالے میں بخوبی بیان ہو گئے ہیں -

---

مسلمان مثالی اساتذہ اور مثالی طلبہ از پروفیسر سید محمد سلیم - ناشر: ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان ۸- اے ذیلدار پارک، اچھرہ - لاہور - صفحات: ۱۵۹ - قیمت: ۱۲/- روپے -

سید محمد سلیم صاحب کی کتابیں معلومات کا خزانہ ہوتی ہیں - پروفیسر صاحب نے پوری تاریخ سے اساتذہ اور طلبہ کے کردار کی جھلکیاں چھانٹ چھانٹ کر اس طرح جمع کی ہیں کہ ملتِ اسلامیہ کے تعلیمی مزاج کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے - ہر عالم کا مشغلہ تدریس، سخت مصروفیات کے باوجود تعلیمی خدمات، بیماری، نزع اور جنگ و جدل اور مصیبت کے احوال میں استادوں اور شاگردوں کا محو کار رہنا، معلمین کا معاوضوں اور حکومت کی عطا و بخشش یا سرمایہ داروں کی سرپرستی سے بے نیاز ہونا اور رضاکارانہ طور پر کے خدمات انجام دینا - شاگردوں سے خاص محبت و شفقت، شاگردوں کی طرف سے عقیدت و احترام غرضیکہ اصولوں کے ساتھ واقعاتی مثالوں کا ایسا ذخیرہ سامنے آتا ہے کہ آج کل معلمین و متعلمین کے کردار کی پستیاں بہت واضح ہو جاتی ہیں -

بڑی قابلِ قدر کتاب ہے اور اساتذہ اور مدارجِ اعلیٰ کے طلبہ کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ نیز درس گاہوں کی لائبریریوں میں اسے رکھا جانا چاہیے۔

یوم حساب از ڈاکٹر محمد عبد القدوس۔ سیل ایجنٹ: ایس ایم میٹرک سیلر، ۴۰ چارٹرڈ بینک چیمبرس، تالپور روڈ، کراچی ۲

ڈاکٹر محمد بشارت علی (عمرانیات) کے تعارف نامے کے ساتھ یہ مختصر کتاب مسئلہ حیاتِ اُخروی اور جزائے اعمال پر بحث کرتی ہے۔ استدلال کے لیے آخر میں فلسفیانہ اور سائنسی اشارات بھی شامل ہیں۔ فاضل مؤلف کی بحث میں ان کے "نظریۂ حرکتِ ارادیہ" کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جس مقصد کے ساتھ یہ مفید کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کے لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔

روحِ قرآن از سید اسعد گیلانی۔ ناشر: مجلسِ خدمتِ اسلامی، شارع فاطمہ جناح، لاہور۔
صفحات: ۵۵، قیمت ۴/- روپے۔

محمد احمد وصفی صاحب نے جسارت کراچی میں تراویح میں روزانہ پڑھے جانے والے حصۂ قرآن کا خلاصۂ مفہوم قسط وار شائع کرایا تھا۔ گیلانی صاحب نے اسی کو ترتیب و تدوین کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ یہ قرآن کا اجمالی انعکاس تو ہے، مگر قرآن کی رُوح تو نکال کر پیش نہیں کی جا سکتی۔

حضرت مسیح علیہ السلام، مرزا قادیانی کی نظر میں از مولانا لال حسین صاحب اختر مرحوم۔ ناشر: مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان۔ قیمت درج نہیں۔

مرزائے قادیان نے حضرت مسیحؑ کے متعلق جو افسوسناک عبارتیں لکھی ہیں۔ ان پر اچھی بحث کی گئی ہے۔

درود شریف مرتب، ناشر اور قیمت نامعلوم۔ درود شریف کے متعلق ایسی کئی روایات بیان کی گئی ہیں جن کا کوئی حتمی حوالہ نہیں، اور ایسی برکات بتائی گئی ہیں جن کے لیے کوئی سند نہیں سبے علمی کا یہ عالم کہ آیت ان اللہ و ملٰئکتہ ...... (احزاب) کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اللہ بھی درود پڑھتا ہے (حالانکہ مراد رحمت بھیجنا ہے)۔

رسولؐ اللہ کی ایک پیشین گوئی از محمد ذکی الدین شرفی۔ ناشر: دارالکتاب۔ آر-۳۹، بلاک ۱۳ ڈی ۱، گلشن اقبال، کراچی۔ قیمت: -/۲ روپے۔

عیسٰی علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری پر بحث اور اس کے تحت فتنہ دجال کی تعبیر، دو سپر پاورز کی کشمکش اور جوہری جنگ کی تیاری سے استدلال کرتے ہیں۔

اتحادی سیاست یا نظریاتی سیاست از محمد نواز۔ ۳۲ اے سٹیلائٹ ٹاؤن رحیم یار خان۔ ملنے کا پتہ، تفہیم القرآن۔ بالو مارکیٹ۔ رحیم یار خان۔

اتحاد ملت از شیخ الحدیث مولانا محمد چراغ صاحب۔ ناشر: جمعیت اتحاد العلماء پنجاب۔ رابطے کے لیے پتہ: غلام رسول راشدی۔ جھبڑی شاہ رحمٰن۔ ضلع گوجرانوالہ۔

روئیداد تعلیم القرآن۔ خط و کتابت اسکول پتہ: پوسٹ بکس ۱۷۱۲، محمد نگر، لاہور ۵۔ اسکول کے پروگرام۔ اب تک کے کام اور نتائج کی روئیداد۔

اسلام کا نظریہ جہاد از لیفٹیننٹ کرنل محمد ایوب خاں (ریٹائرڈ)، فوجی پروگرام میں جہاد کے متعلق نشر کردہ تقریروں کا مجموعہ۔ قیمت -/۱ روپیہ۔ ملنے کا پتہ: ادارہ اشاعت القرآن ۷ بلال پارک چوبرجی لاہور۔

ماہنامہ کاروان مدیر، محمد خالد۔ پتہ: KELTH ST.: 36/328, 1000 BERLIN 30 جرمنی سے شائع ہونے والا تحریک اسلامی کا جریدہ۔ چندہ نامعلوم۔

ماہنامہ رضوان زیر سرپرستی ابوالبرکات سید احمد صاحب۔ پتہ: دارالعلوم حزب الاحناف لاہور۔ چندہ سالانہ -/۱۵ روپے۔

رسالہ النور مدیر: پروفیسر ڈاکٹر احسان رانا - پتہ: ادارہ تحقیق مذاہب، رانا اسٹریٹ، ۳/۱ مین گلبرگ لاہور ۱۱ - خاص مقصد: ردِ عیسائیت -

ماہنامہ پیام سلامتی مرتب: محمد نعیم ٹونکی - پتہ: نعیم منزل، ۳۳۱۳ جے پور ۲، راجستھان انڈیا۔ زرِ سالانہ ۲۴/- روپے - پاکستان کے لیے ۳۰/- روپے -

ماہنامہ الرشاد مرتب: مولانا مجیب اللہ ندوی و دیگر حضرات - ناشر: دار التالیف والترجمہ، جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ - یو پی - انڈیا - چندہ: ۲۵/- روپے - بیرونی ممالک سے ۱۲ ڈالر امریکی -

ماہنامہ موومنٹ مدیر اعلیٰ: سید قاسم رسول الیاس - پتہ: ۱۵۱ - سی، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵ - دینی اور ادبی لحاظ سے اچھا رسالہ ہے - چندہ سالانہ: ۳۰/- روپے بیرونی ممالک سے ۱۵ ڈالر -

---

(بقیہ اجماعِ اُمت)

اجماع رخصت یا اجماع سکوتی، "صورة المسئلة ما اذا ذهب واحد من اهل الحل والعقد فى عصر الى حكم فى مسئلة قبل استقرار المذاهب على حكم تلك المسئلة وانتشر ذالك بين اهل عصره ومضى مدة التأمل فيه ولم يظهر له مخالف كان ذالك اجماعاً مقطوعاً به عند كثر اصحابنا وكذا الفعل" (كشف الاسرار - ج ۳ ص ۲۲۸)

(باقی)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں - قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں - ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں - تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے -

(ادارہ)

تفہیم القرآن

جلد دوم ــــــــــ جلد پنجم

کے

نئے ایڈیشن

طبع ہو کر آگئے ہیں۔ تاجران کُتُب اور قارئین کرام

اپنی مطلوبہ تعداد کے لیے پہلی فرصت میں اپنے آرڈر سے

ـــــــ مطلع فرمائیں ـــــــ

ھدیہ جلد دوم ــــــــ ۷۵/- روپے

ھدیہ جلد پنجم ــــــــ - - - - - -

ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ۔ لاہور

رحمان مارکیٹ ــ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار

اسلامی ادب کا ترجمان ـ تعمیری و فلاحی ادب کا نقیب

ماہنامہ "سیّارہ" لاہور

مدیرِ اعلیٰ ـ نعیم صدیقی

دلدادگانِ شعر و ادب کی خدمت میں "اشاعتِ خاص ۸۵" پیش کرتا ہے

چند اہم خصوصیات

۱ ـــ گوشۂ خاص بیادِ احسان دانشؒ ـــــ اس دور کے سب سے اچھے اور سچے شاعر کو ملک کے سربرآوردہ اہلِ قلم کا وقیع اور بھرپور خراجِ تحسین ۔

۲ ـــ اسلامی ادب سے متعلق صاحبِ فکر اور بالغ نظر دانشوروں کے گرانقدر مقالات ۔

۳ ـــ اقبالیات ، غالبیات ، لسانیات ، افسانہ ، طنز و مزاح ، انشائیہ ، اخبار و آثار اور خصوصی مطالعہ کے تحت رنگارنگ علمی ، ادبی اور شگفتہ تحریریں ۔

۴ ـــ حمد و نعت ، منظومات اور غزلیات کا دلنواز اور سدا بہار گلدستہ ۔

۵ ـــ اس یادگار ادبی دستاویز میں ڈیڑھ سو سے زائد ادیبوں اور شاعروں کی نگارشات شامل ہیں ۔

ضخامت ۴۵۰ صفحات (سائز ۲۰×۳۰/۸) قیمت: ۴۰/- روپے

سالانہ چندہ یک صد روپے (سال میں چار ضخیم شمارے ـ ہر شمارہ تقریباً ۳۰۰ صفحات)

پہلی فرصت میں حاصل کیجیے یا براہِ راست لکھیے

"سیّارہ" معرفت ایوانِ ادب ، اردو بازار ـ لاہور ۲

فون نمبر ـــــ ۶۶۱۱۰ ـــ ۶۷۱۶۶